

اعتقادات امامية

توحيد

عدالت

نبوت

امامت

قيامت

رجعت ...

ناشر: مکتبۃ السبطین سیٹلائٹ ٹاؤن سرگودھا

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

رسالہ شریفہ

اعتقادات الامامیہ

فی

ترجمہ الرسالۃ النلییۃ

تصنیف و تالیف

فخر الاولین والاخرین رئیس المحدثین عالم ربانی حضرت علامہ محمد باقر المجلسی الاصفہانی اعلی اللہ مقامہ

ترجمہ و تحشیہ

صدر المحققین علامہ شیخ محمد حسین نجفی صاحب قبلہ مجتہد العصر صدر مؤتمر علمائے شیعہ (رجسٹرڈ) پاکستان

تعریف و تقریظ

شیخ الاسلام علامہ مفتی جعفر حسین صاحب قبلہ سربراہ تحریک نفاذ فقہ جعفریہ

تعریف و تقدیم

جناب مولانا سید حسین عارف صاحب نقوی ایم، اے

مکتبۃ السبطين

طبع و نشر

۲۹۶/۹ - بی، سیٹلائٹ ٹاؤن، سرگودھا

جملہ حقوق بحق ناشر محفوظ ہیں

- نام کتاب : اعتقادات امامیہ فی ترجمہ الرسالۃ اللیلیہ
 تصنیف : علامہ محمد باقر المجلسی اعلی اللہ مقامہ
 ترجمہ و تحشیہ : علامہ شیخ الحاج محمد حسین نجفی قبلہ مجتہد العصر
 طبع و نشر : مکتبۃ السبطین ۲۹۶/۹ - بی، سیٹلائٹ ٹاؤن، سرگودھا
 سن اشاعت : ۲۰۰۶ء
 کمپوزنگ : محمد مجتبیٰ
 اشاعت : بار سوم
 قیمت : ۴۰ روپے
 فون نمبر : ۰۳۸-۳۲۱۷۱۶۱

باسمہ تعالیٰ

یہ رسالہ شریفہ و اعجازیہ منیفہ اعتقادات امامیہ در ترجمہ رسالہ لیلیہ اس دیدہ زیب اور دلکش شکل و ہیئت میں مومنین کے مدت سے مشتاق ہاتھوں تک پہنچ رہا ہے یہ جناب مستطاب الحاج چوہدری محمد اقبال صاحب آف اسلام آباد کے مخلصانہ تعاون کا ثمرہ ہے جناب موصوف نے اپنے والدین شریفین کے ایصال ثواب کی خاطر اس عجلہ منیفہ کی طباعت و اشاعت کا بیڑا اٹھایا۔ دعا ہے کہ خداوند عالم آپ کی اس کاوش کو شرف قبولیت سے نوازے اور آپ کے والدین شریفین کی مغفرت فرمائے اور آپ کو بیش از پیش اس قسم کے کارہائے خیر کے انجام دینے کی توفیق مرحمت فرمائے۔ بجاہ النبی وآلہ

(وانا الاحقر محمد حسین نجفی بقلمہ سرگودھا)

۱۵ مئی ۲۰۰۶ء

فہرست

نمبر شمار	عنوان	صفحہ نمبر
۱۔	تقریظ	۶
۲۔	مقدمہ	۷
۳۔	اور کچھ مترجم کے بارے میں	۱۲
۴۔	گفتار اولین	۱۶
۵۔	اعتقادات الہامیہ	۱۹
۶۔	ضرورت وسیلہ	۲۴
۷۔	ضرورت حدیث	۲۹
پہلا باب		
۸۔	معرفت توحید کا بیان	۳۷
۹۔	تکلیف شرعی کا بیان	۴۱
۱۰۔	قضا و قدر کا اجمالی بیان	۴۴
۱۱۔	قرآن پر ایمان رکھنے کا بیان	۴۵
۱۲۔	ملائکہ پر ایمان رکھنے کا بیان	۴۶
۱۳۔	حلول اور اتحاد کا بیان	۴۷
۱۴۔	روحیت باری تعالیٰ کے متعلق عقیدہ	۴۷
۱۵۔	ضروریات دین کا بیان	۵۳

نمبر شمار	عنوان	صفحہ نمبر
۱۶۔	عصمت نبی وائمہ کا بیان	۵۷
۱۷۔	تفویض کی نفی کا بیان	۵۹
۱۸۔	تسلیم ورضا کا بیان	۶۱
۱۹۔	ملائکہ کا مقدس تذکرہ	۶۶
۲۰۔	عصمت ملائکہ کا بیان	۶۸
۲۱۔	نثارِ قبر کا بیان	۶۸
۲۲۔	جنت و جہنم کا بیان	۷۰
۲۳۔	شفاعت نبی وائمہ کا بیان	۷۳
SIBT.COM دوسرا باب		
۲۴۔	کیفیت عمل کے بیان میں	۷۷
۲۵۔	نیت کی حقیقت کا بیان	۸۰
۲۶۔	حقیقی معلم کی تلاش	۸۸
۲۷۔	اسرار الصلوٰۃ کا بیان	۹۲
۲۸۔	ادعیہ جات	۹۵
۲۹۔	صوفیوں کی غلط روش پر تنقید	۹۹
۳۰۔	نوافل اور نماز تہجد کا بیان اور کچھ زریں ہدایات	۱۰۲
۳۱۔	بعض اذکار و اورادِ مسنونہ کا بیان	۱۰۳
۳۲۔	زریں ہدایات	۱۰۸

تقریظ صداقت حظیظ سرکار علامہ مفتی جعفر حسین قبلہ مدظلہ

سربراہ تحریک نفاذ فقہ جعفریہ و سرپرست مؤتمر عطاء شیعہ پاکستان

باسمہ سبحانہ

رسالہ لیلیہ مجدد ملت جعفریہ آیۃ اللہ المحلی رحمہ اللہ کی تصنیف ہے جو عقائد صحیحہ اثنائے عشریہ پر مشتمل ہے اس کا ترجمہ علامہ الحجۃ مولانا محمد حسین صاحب قبلہ ابقاہ اللہ للعلم والدین نے فرمایا ہے اور اس پر مفید حواشی بھی تحریر کیے ہیں۔

ہر مؤمن کو چاہیے کہ وہ اس سے استفادہ کرے اور اسے اپنے عقائد کی بنیاد قرار دے کیوں کہ یہی مذہب شیعہ کے صحیح عقائد ہیں جو اقوال و آثار ائمہ سے مستنبط ہیں۔

(مفتی جعفر حسین گوجرانوالہ)

مجدد ملت جعفریہ علامہ محمد باقر المحلی اعلیٰ اللہ مقامہ و رفع فی الخلد اعلامہ کا رسالہ اعتقادات الامامیہ کتب اعتقادیہ میں ایک خاص مقام رکھتا ہے، ضرورت تھی کہ اس کا ترجمہ اردو زبان میں شائع ہو جناب علامہ الحجۃ مولانا محمد حسین صاحب دام علاہ نے اس کا ترجمہ فرمایا اور اس پر توضیحی حواشی بھی تحریر کیے۔

اب اس کی دوسری بار اشاعت کا بیڑہ ثالث النیرین جناب سید محمد ثقلین صاحب کاظمی دام مجدہ جنرل سیکری ادارہ تبلیغ شیعہ اسلام آباد نے اٹھایا جس میں مولانا موصوف نے حواشی میں معتد بہ اضافہ بھی کر دیا ہے جس سے کتاب کی افادیت و اہمیت بڑھ گئی ہے۔

توقع ہے کہ یہ اشاعت بھی سابقہ اشاعت کی طرح مقبول خواص و عوام ہوگی اور مومنین اسے اپنے معتقدات و نظریات کی بنیاد قرار دیں گے۔

مفتی جعفر حسین۔ گوجرانوالہ

۲۹ فروری ۱۹۸۰ء (بار دوم)

مقدمہ

محقق اسلامیات جناب مولانا سید حسین عارف نقوی ایم اے اسلام آباد

تمام فرق اسلامیہ میں سے شیعہ ہی ایک ایسا فرقہ ہے جس کے جملہ عقاید و اعمال کتاب و سنت سے ماخوذ ہیں، شیعوں کے علاوہ اگر کوئی اور دعویٰ کرتا ہے تو وہ صرف دعویٰ ہی دعویٰ ہے اس کے لیے کوئی عقلی یا نقلی دلیل فراہم نہیں کی جاسکے گی۔ یہ شیعہ ہی ہیں جن کے لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے کہ:

يَا عَلِيُّ أَنْتَ وَشِيعَتُكَ هُمُ الْفَائِزُونَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ

”اے علی! تو اور تیرے شیعہ ہی قیامت کے دن کامیاب و کامگار ہوں گے۔“

غالباً اسی وجہ سے جناب شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی جیسے شیعوں کے دشمن کو بھی یہ اعتراف کرنا پڑا کہ ”شیعہ اولیٰ ماہستیم“ یعنی حقیقت میں شیعہ ہم اہل سنت ہی ہیں لیکن جب روافض اور زید یہ نے اپنے آپ کو شیعہ کہلوانا شروع کر دیا تو ہم نے (اتہام سے بچنے کیلئے) اہل سنت کہلوانا مناسب سمجھا۔ ہمارے قارئین یہیں سے یہ فیصلہ کر سکتے ہیں کہ کوفے کے جن افراد نے اپنے آپ کو شیعہ ظاہر کر کے حضرت امام حسین علیہ السلام کو خطوط لکھے تھے وہ دراصل کون تھے؟ کیوں کہ بقول محدث دہلوی مرحوم ”شیعہ اولیٰ ماہستیم“

صرف مذہب شیعہ ہی میں مردے کو دفنانے سے پہلے اور دفنانے کے بعد تلقین پڑھی جاتی ہے، تلقین کیا ہے؟ شیعہ عقاید کا تذکرہ، تاکہ مردہ اور زندہ دونوں عقاید کو سن لیں اور سمجھ لیں، وہ شیعہ عقاید کیا ہیں؟ جو تلقین میں موجود ہیں سنئے:

(۱) اللَّهُ جَلَّ جَلَالُهُ رَبِّي

(۲) مُحَمَّدٌ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ نَبِيٌّ

(۳) اِلَاسْلَامُ دِیْنِی

(۴) اَلْقُرْآنُ کِتَابِی

(۵) اَلْکُفْبَةُ قِیْلَتِی

(۶) امیر المومنین علی بن ابی طالبؑ اِلَیْ الحُجَّةِ المنتظر ائمتی

(۷) مَا جَاءَ بِهِ مُحَمَّدٌ صَلَّی اللہُ عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ وَسَلَّم حَقٌّ

(۸) اِنَّ الْمَوْتَ حَقٌّ

(۹) سوال مُنْکِرٌ وَ لَکْبِیْرٌ فِی الْقَبْرِ حَقٌّ

(۱۰) اَلْبُعْثُ حَقٌّ وَ الصِّرَاطُ حَقٌّ

وَ الْمِيزَانُ حَقٌّ وَ تَطَاثُرُ الْکُتُبِ حَقٌّ وَ الْجَنَّةُ حَقٌّ وَ النَّارُ حَقٌّ

وَ اِنَّ السَّاعَةَ آتِیَةٌ لَا رَیْبَ فِیْہَا وَ اَنَّ اللہَ یَبْعَثُ مَنْ فِی الْقُبُورِ

یہ ہے شیعی عقائد کی مختصر فہرست، باقی تمام وہ باتیں جن کا اس میں واضح ذکر نہیں وہ
 ماجاء بہ محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں آجاتی ہیں اس لیے یہ کسی بھی شیعہ کے لیے جائز نہیں ہے کہ وہ
 ضروریات دین میں سے کسی کا بھی انکار کرے کیونکہ ایسا کرنا دین سے خروج اور بغاوت ہوگا۔
 اصطلاحاً ایسے شخص کو مرتد کہا جائے گا اور اگر اسلامی حکومت ہو تو مرتد کی سزا قتل ہے، اس کی
 تفصیلات کتب فقہ میں مل سکیں گی۔

البتہ شیعوں کے علاوہ جو دیگر فرقے ہیں ان میں توحید سے لیکر قیامت تک اور نماز سے
 لیکر جہاد تک بعض عجیب و غریب خلاف عقل و نقل باتیں ملیں گی مثلاً دیوبندی حضرات یہ سمجھتے ہیں
 کہ ان کے علاوہ باقی سب مشرک ہیں لیکن وہ خود امکان کذب باری تعالیٰ کے قائل ہیں۔ چنانچہ
 مولانا محمد اسماعیل شہید دہلوی کے رسالے ”یک روزی ص ۱۲۵ پر صاف موجود ہے۔“ خدا کا جھوٹ
 بولنا ممکن ہے۔

مولانا رشید احمد صاحب گنگوہی نے اپنے فتاویٰ میں جو ”فتاویٰ رشیدیہ“ کے نام
 سے مشہور ہے ص ۴۵ طبع دہلی پر صاف لکھا ہے کہ: ”امکان کذب باین معنی کہ جو کچھ حق تعالیٰ
 نے حکم فرمایا ہے، اس کے خلاف پر وہ قادر ہے مثلاً فرعون سے وعدہ ادخال نار کا کیا ہے مگر

ادخالِ جنتِ فرعون پر بھی قادر ہے۔“

حالانکہ سورہ زمر میں صاف موجود ہے:

وَاللّٰهُ لَا يُخْلِفُ الْمِيعَادَ۔ ”وعدہ کیا اللہ نے اور نہ خلاف کرے گا اللہ اپنے وعدے

کے۔“ یا بخاری شریف میں یہ الفاظ کہ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ اپنا قدم جہنم میں ڈال دے گا۔

اور شرح ”فقہ اکبر“ طبع کراچی ص ۱۴۸ کے یہ الفاظ قابل غور ہیں: فقد نقل ان

الامام ابا حنیفہ قال رأیت رب العزت فی المنام تسعاً و تسعین مرۃ ثم راہ مرۃ

اخری تمام الجانۃ

”یعنی حضرت امام ابو حنیفہ نے اللہ تبارک و تعالیٰ کو خواب میں سو مرتبہ دیکھا۔“

امام ابن تیمیہ نے جو اصل حدیث اور دیوبندی دونوں کے مقتدا ہیں کا کرسی پر بیٹھ کر یہ

کہنا کہ خدا بھی اسی طرح کرسی پر بیٹھتا ہے جس طرح میں بیٹھا ہوں اور اس کی کرسی بھی اسی طرح

پوں پوں کرتی ہے جس طرح میری اس سے بآسانی اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ ان کا توحید حقیقی

سے کہاں تک تعلق ہے؟

ان باتوں کو کہاں تک احاطہ تحریر میں لایا جائے، مختصراً شیعہ ان نظریات کو توحید باری

تعالیٰ کے منافی سمجھتے ہیں اور جب توحید ہی کا یہ عالم ہے تو

نشت اول چون نہد معمار کج

تا ثریا می رود دیوار کج

شیعوں کے علاوہ کوئی اور فرقہ اللہ تبارک و تعالیٰ کے عادل ہونے کو تو قائل ہی نہیں،

اصول دین و ایمان میں عدل شیعیت کی پہچان ہے۔ اہل حکومت (?) نے عدل خداوندی کو کیوں

چھوڑا؟ ذرا مولانا شبلی کی زبانی سنئے وہ اپنی کتاب ”علم الکلام“ ص ۲۵ طبع کراچی پر تحریر فرماتے ہیں:

”اختلاف عقاید کے اگرچہ یہ سب اسباب فراہم تھے لیکن ابتدا پالیسکس سے یعنی ملکی

ضرورت سے ہوئی، بنی امیہ کے زمانے میں چونکہ سقا کی کا بازار گرم رہتا تھا، طبیعتوں میں شورش

پیدا ہوئی لیکن جب شکایت کا لفظ کسی کی زبان پر آتا تھا تو طرفدارانِ حکومت یہ کہہ کر اس کو چپ کرا

دیتے تھے کہ جو کچھ ہوتا ہے خدا کی مرضی سے ہوتا ہے، ہم کو دم نہیں مارنا چاہیے۔

”اٰمَنَّا بِالْقَدْرِ خَيْرٌ وَّ شَرٌّ“

ثبوت کے بارے میں تو مخالفین شیعہ نے عجیب عجیب روایات گھڑ لیں، مثلاً بخاری و مسلم میں ہے: ”عن ابی ہریرۃ رضی اللہ عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم لم یکنذب ابراہیم علیہ السلام الا ثلاث کذبات۔“

”حضرت ابو ہریرہؓ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنی پوری زندگی میں صرف تین جھوٹ بولے۔“

لیکن جب اللہ تعالیٰ جھوٹ بولنے پر قادر ہے تو سیدنا ابراہیم علیہ السلام تو نبی ہی ہیں!! اس قسم کی روایات شیعوں کے مخالفین کی کتب میں بے شمار ہیں، مناظرہ مقصود نہیں صرف حقیقت کا اظہار مطلوب ہے۔ اور پھر حضرت عمرؓ نے آخری وقت میں جو حضورؐ کے متعلق فرمایا، اسے احاطہ تحریر میں لانے کی ضرورت نہیں، رہے انبیاء علیہم السلام بالخصوص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے والدین کریمین تو ان کے بارے میں امام اعظم حضرت امام ابو حنیفہ کا فتویٰ شرح فقہ اکبر طبع کراچی ص ۱۲۸ پر ان الفاظ میں موجود ہے:

”وَالِدَا رَسُولِ اللَّهِ صَلَّى اللَّهُ عَلَيْهِ وَآلِهِ وَسَلَّمَ مَاتَا عَلَى الْكُفْرِ هَذَا وَدَّ

عَلَى مَنْ قَالَ إِنَّهُمَا مَاتَا عَلَى الْإِيمَانِ۔“

کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے والدین شریفین نے کفر پر وفات یہ اس پر رد ہے جو کہتا ہے کہ انہوں نے ایمان پر وفات پائی۔

رہا مسئلہ امامت تو یہ تو اپنی تمام صفات کے ساتھ شیعیت کے ساتھ مخصوص ہے رہے غیر شیعہ تو بخاری شریف میں موجود ہے:

حضرت ابن عباسؓ کہتے ہیں کہ فرمایا: رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جو شخص اپنے امیر میں کوئی برائی دیکھے اور اس سے ناگواری محسوس کرے اسے صبر سے کام لینا چاہیے کیونکہ جو شخص بالشت بھر بھی جماعت سے باہر ہوا اور مر گیا وہ جاہلیت کی موت مرا۔

اور اسی بخاری و مسلم میں موجود ہے:

”نافع کہتے ہیں کہ عبداللہ بن عمر، عبداللہ بن مطیع کی طرف آئے، ایام ۷ھ میں یزید بن معاویہ کے زمانے میں جب لوگ یزید کی بیعت توڑ رہے تھے۔ عبداللہ بن مطیع نے کہا کہ حضرت ابن عمر کے لیے نکیہ لاؤ۔ حضرت عبداللہ بن عمر نے فرمایا: میں تمہارے پاس بیٹھنے کیلئے نہیں آیا بلکہ تمہیں تو ایک حدیث سنانے آیا ہوں کہ میں نے رسول اللہ سے خود سنا ہے کہ جو شخص اطاعت امیر سے ہاتھ کھینچ لے گا یعنی اس کی بیعت توڑ دے گا، قیامت کے دن جب اللہ کے سامنے آئے گا تو اس کے پاس حجت اور بُراہان نہ ہوگی اور جو شخص مر گیا در اس حالیکہ اس کی گردن میں امیر کی بیعت نہیں وہ جہالت کی موت مر گیا۔“

چلے حضرت امام حسینؑ پر تو جو فتویٰ عائد کرنا تھا کر دیا مگر عبداللہ بن زبیر تو صغیر صحابہ میں سے ہیں اور اگر اصحابی کا نتیجہ بھی صحیح ہے تو ان کی کیا پوزیشن ہے؟

اسی طرح آپ مخالفین شیعہ کے تمام اصول و عقائد کا مطالعہ فرما سکتے ہیں۔ زیر نظر کتاب لیلیہ حضرت علامہ حافظ محمد باقر مجلسی رحمۃ اللہ علیہ کی تالیف ہے، مجلسی علامہ ان معنوں میں نہیں ہیں جن میں یہ لفظ آج کل ہر کس و نا کس کے لیے استعمال ہو رہا ہے بلکہ بقول مرحوم مرزا محمد تکا بنی: ”علامہ مصطلح است دریں کہ جامع علم منقول و معقول باشند“

”علامہ مجلسی ۱۰۳۷ھ میں پیدا ہوئے اور ۱۱۱۰ھ میں انتقال فرما گئے۔ آپ سینکڑوں کتابوں کے مؤلف و مصنف ہیں۔ حدیث کی مشہور کتاب ”بحار الانوار“ کے آپ ہی جامع ہیں۔ یہ کتاب حال ہی میں ایران میں سو جلدوں میں نسخہ ٹائپ میں شائع ہوئی ہے۔ کتاب کا ظاہر و باطن دیدہ زیب ہے۔ علامہ مجلسی نے اپنی اس کتاب میں دیگر کتابوں کی طرح ہر قسم کی صحیح، ضعیف حسن وغیرہ احادیث کو درج کر دیا ہے اس لیے اس فن کا ماہر ہی براہ راست اس سے استفادہ کر سکتا ہے۔“

نہ ہر کہ سر ہتر باشد قلندری داند

معلوم ہوتا ہے کہ علامہ مجلسی کے زمانے میں بھی شیعوں پر اسی طرح الزام تراشی کی جاتی تھی جس طرح آج کل، آپ صحیح عقاید اس کتاب میں ملاحظہ فرمائیں گے۔ اس کتاب کے مطالعہ

سے معلوم ہوتا ہے کہ علامہ کے زمانے میں صوفیا حضرات اسلامی عقاید سے ہٹتے جا رہے تھے اور انھوں نے بعض سن گھڑت اور ادو و طائف کو اصل دین سمجھا ہوا تھا کچھ اسی طرح جیسا کہ آج کل ہمارے ملک میں بعض نام نہاد صوفیا کر رہے ہیں مزارات پر بعض ایسے افعال شنیعہ ہو رہے ہیں جن کا شریعت سے دور کا بھی واسطہ نہیں ہے۔ مزارات کہ جنھیں دیکھ کر آخرت یاد آنی چاہیے تھی یہ عجیب اتفاق ہے کہ وہاں جا کر آخرت بھول جاتی ہے۔

کچھ مترجم کے بارے میں:

اس کتاب کا ترجمہ حضرت علامہ استاذ العلماء رحمۃ اللہ علیہ مولانا الحاج محمد حسین صاحب قبلہ نجفی دامت برکاتہم العالیہ نے کیا ہے۔ مولانا موصوف قوم کے جٹ ہیں اور ڈھکو شاخ سے تعلق رکھتے ہیں۔ ۱۹۳۲ء میں جہانیاں ضلع سرگودھا میں پیدا ہوئے، والد کا نام تاج الدین تھا، ابتدائی تعلیم ثانوی کلاسوں تک دنیاوی مدارس میں پائی پھر ذہن پر علم دین کا غلبہ ہوا اور ایک شیعہ دینی مدرسہ محمدیہ جلاپور ننکیانہ ضلع سرگودھا میں داخلہ لیا جہاں حضرت مولانا علامہ سید محمد یار شاہ صاحب دامت برکاتہم العالیہ کے سامنے زانوئے تلمذ تہہ کیا اور بدھ رجبانہ ضلع جھنگ میں استاذ العلماء مولانا محمد باقر صاحب نقوی مرحوم سے کسب فیض کیا ۱۹۵۳ء میں امتیازی طور پر مولوی فاضل کا امتحان پاس کیا۔ بعد ازاں ۱۹۵۳ء سے ۱۹۶۰ء تک نجف اشرف میں رہ کر دینی تعلیم کی تکمیل کی وہاں کے اساتذہ میں آیتہ اللہ سید جوادی تبریزی، آیتہ اللہ سید ابوالاعلیٰ سبزواری، آیتہ اللہ محسن الحکیم اور حضرت آیتہ اللہ بزرگ تہرانی صاحب قائل ذکر ہیں۔

آپ نے حسب دستور دیئے ہوئے عنوان پر عربی زبان میں رسالہ لکھا اور یوں درجہ تخصص کو بھی طے کر لیا۔ تخصص کے لیے ہماری زبان میں ”علامہ“، ”ڈاکٹر“ اور ”پی ایچ ڈی“ کے الفاظ استعمال ہوتے ہیں۔ ۱۹۶۰ء میں جب وطن مراجعت فرمائی تو اس وقت مرکزی دینی درس گاہ دارالعلوم محمدیہ سرگودھا کے مدرس اعلیٰ مقرر ہوئے، ۱۹۷۱ء تک برابر گیارہ سال اس خدمت کو بحسن و خوبی سرانجام دیتے رہے، بعد ازاں بوجہ چند در چند استعفیٰ پیش کر دیا، اس کے بعد سے آپ کو پھر کئی مرتبہ اس عہدے کی پیشکش کی گئی مگر آپ نے قبول نہ فرمایا۔ اب آپ نے ۲۲

کنال ۸ مرلے زمین سرگودھا میں حاصل کی ہے جس پر جامعہ علمیہ سلطان المدارس الاسلامیہ تعمیر ہو رہا ہے اور برابر منازل ترقی طئے کر رہا ہے اور مومنین کرام خصوصی توجہ فرما رہے ہیں۔ آپ کئی کتابوں کے مؤلف اور مترجم ہیں جن میں سے بعض حسب ذیل ہیں:

۱۔ رسالہ اصلاح المحافل والمجالس:

جیسا کہ نام سے ظاہر ہے، اس رسالے پر بہت لے دے ہوئی اس رسالے کے تین ایڈیشن شائع ہو چکے ہیں تیسرا ایڈیشن اسلام آباد سے فاضل نوجوان مولانا سید محمد ثقلین صاحب کاظمی مدظلہ نے اس رسالے کی تلخیص کی صورت میں افادۂ عام کیلئے شائع کرایا ہے۔

۲۔ احسن الفوائد فی شرح العقائد:

حضرت شیخ صدوق کی کتاب اعتقادیہ کی اردو شرح ہے عقلی اور نقلی استدلال سے پُر ہے۔ اس کا دوسرا ایڈیشن شائع ہو چکا ہے۔

۳۔ اصول الشریعہ فی عقائد الشیعہ:

احسن الفوائد فی شرح العقائد کے ایک باب پر جو تفویض پر مشتمل ہے پر بعض شیخی خیالات کے افراد نے علوم اہل بیت سے تہی دامن ہونے کی وجہ سے اعتراضات کیے تھے، یہ کتاب ان کے جوابات پر مشتمل ہے، اس کتاب میں شیخیوں کے مقابلے میں شیعہوں کی ترجمانی کی گئی ہے۔

۴۔ اثبات الامامت:

اس کتاب میں ائمہ اثناعشر علیہم السلام کی امامت کو نصوص کتاب و سنت کی روشنی میں ثابت کیا گیا ہے۔

۵۔ سعادة الدارين فی مقتل الحسين:

مستند واقعات کر بلا پر مشتمل ہے، کیا ہی بہتر ہوتا اگر اس کتاب میں واقعات کر بلا کے عادل یعنی شاہد کی روایات بھی قلمبند کردی جاتیں تاکہ اس مقدمے کو عدالت میں لے جانا آسان ہو جاتا۔

۶۔ تخریبہ الامامیہ:

پیر قمر الدین صاحب سیالوی نے شیعوں کے خلاف ایک رسالہ لکھا تھا جس کا نام ”مذہب شیعہ تھا۔“ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ پیر صاحب کو شیعیت تو خیر اپنے گھر کے بارے میں بھی کچھ علم نہیں۔ یہ کتاب اس کی رد میں لکھی گئی ہے۔

۷۔ تجلیات صداقت بجواب آفتاب ہدایت:

”آفتاب ہدایت“ کرم دین صاحب ضلع چکوال کی تالیف ہے، جو شیعوں کے خلاف انتہائی دل آزار انداز میں لکھی گئی ہے مولوی کرم دین صاحب مسلک بریلوی حنفی تھے۔ ”سیف الملوک“ کے مولف محمد بخش کھڑی شریف المتوفی ۱۹۱۱ء نے ایک کتاب ”ہدیۃ المسلمین“ دیوبندیوں کے خلاف لکھی تھی، اس کتاب پر مولوی کرم دین صاحب آف بحین کی تقریظ بھی شامل ہے چنانچہ آپ کی تقریظ کے اشعار یہ ہیں؟

ہوا اک فرقہ پیدا کچھ دنوں سے ☆ جو بد باطن، خبیث اور بدزباں ہے
وہ کہلاتے ہیں 'لامذہب' وہابی، ☆ بڑا گمراہ گروہ نجدیاں ہے،
میاں مشہو ہیں بنتے اپنے منہ سے، ☆ بنا فرعون ہر اک بے سماں ہے
(”ہدیۃ المسلمین“ ص ۱۲۲)

مجھے اس وقت کرم دین صاحب کے مذہب سے بحث نہیں کرنی ان کا مذہب تو ”تذکرہ علمائے اہل سنت“ اور ”تاریخ احمدیت“ جلد ۲ میں دیکھا جاسکتا ہے بلکہ بتانا یہ ہے کہ ان کے صاحبزادے مولانا قاضی مظہر حسین صاحب نے بڑی ڈھٹائی سے ”آفتاب ہدایت“ کے جدید ایڈیشن میں اپنے والد کو دیوبندی مسلک کا تابع لکھ مارا ہے۔

”تجلیات صداقت“۔ ”آفتاب ہدایت“ کا جواب باصواب ہے جو چکوال ضلع جہلم سے انجمن حیدریہ کے نوجوان کارکن جناب سید نیر حسین صاحب نقوی نے شائع کی ہے۔ البتہ قاضی مظہر حسین نے اس کتاب پر مختصر تبصرہ بھی کیا ہے جو شائع ہو چکا ہے۔ اور تجلیات صداقت کے اگلے ایڈیشن میں اس تبصرہ پر بھی تبصرہ کیا جا چکا ہے۔

۸۔ ”قوانین الشریعہ فی فقہ الجعفریہ“:

یہ کتاب انشاء اللہ بہت جلد فقہی ابواب پر مشتمل شائع ہونے والی ہے۔ (بفضلہ تعالیٰ کئی بار طبع ہو چکی ہے)

ان کتب کے علاوہ ”تحفہ انشاء عشری“ کا جواب، ردِ مرزائیت پر ایک کتاب اور فقہ جعفریہ و فقہ حنیفہ کا تقابلی مطالعہ کے عنوان سے بھی ایک کتاب زیرِ تالیف ہے۔ اُمید خاطر ہے انشاء اللہ جلد منصفہ شہود پر آجائیں گی۔ ”منیۃ المرید“ کا ترجمہ بھی مولانا نے کیا ہے جو شائع ہو چکا ہے۔ اس کے علاوہ مولانا کے سینکڑوں مضامین مختلف رسائل و جرائد میں شائع ہو چکے ہیں۔ یہ تمام علمی کام ایسی حالت میں کیا ہے کہ سال میں شاید صرف ماہ رمضان المبارک ہی میں گھر بیٹھتے ہیں باقی تمام وقت تقاریر کے سلسلے میں صرف ہو جاتا ہے۔ پاکستان کا شاید ہی کوئی ایسا علاقہ ہو، جہاں اس مردِ مجاہد کی آواز نہ پہنچی ہو، کچھ اپنوں نے ذکر کیا کچھ مخالفین نے، گزشتہ دو سالوں سے انگلینڈ مجالس محرم و چہلم کے لیے تشریف لے جا رہے ہیں۔

کیا ہی بہتر ہوتا اگر اب علامہ مولانا محمد حسین صاحب قرآن و قرآنیات اور حدیث کی طرف متوجہ ہوں کیوں کہ اردو زبان میں شیعوں کے ہاں لٹریچر ان موضوعات پر بہت کم ہے۔

احقر العباد سید حسین عارف نقوی اسلام آباد

۳ جمادی الاول ۱۴۰۰ بمطابق ۲۲ مارچ ۱۹۸۰ء۔

۱۔ ابجد اللہ حضرت موصوف اپنی شرعی ذمہ داریوں سے آگاہ ہیں اور قرآن مجید کے ترجمہ و حاشیہ کے علاوہ دس جلدوں میں ایک تفسیر عدیم النظیر فیضان الرحمن فی تفسیر القرآن بھی مکمل کر لی ہے جسکی آٹھویں جلد پریس سے باہر آگئی ہے۔ اور حدیث میں مشہور کتاب وسائل الشیعہ کا ترجمہ و تحشیہ بنام مسائل الشریعہ میں جلدوں میں مکمل کیا جو برابر چھپ رہا ہے نیز حدیث قدسی کے موضوع پر بھی ایک جامع کتاب بنام کواکب مضیئہ در احادیث قدسیہ بھی شائع کی ہے، علاوہ برائیں سال بھر کے اعمال و عبادات اور زیارات کے موضوع پر بھی ایک مکمل کتاب بنام زاد العباد لیوم المعاد چھپ رہی ہے۔ اور بفضلہ یہ سلسلہ بدستور جاری و ساری ہے۔

ع اللہ کرے زور قلم اور زیادہ (ناشر)۔

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ

گفتار اولین

الْحَمْدُ لِلَّهِ وَكَفَى وَسَلَامٌ عَلَى عِبَادِهِ الَّذِينَ اصْطَفَى

آج قوم شیعہ عقائد کے جس بحر ان میں مبتلا ہے اور جس پر آشوب دور سے گزر رہی ہے وہ بموجب ”عیال راجہ بیاں“ کسی تشریح و توضیح کا محتاج نہیں ہے۔ آج افراتفری اور انارکی عام ہے اور مرکزیت و تحقیق کا فقدان ہے۔ آج ذاتی خیالات اور ذہنی اختراعات و قیاسات کا نام دینی اعتقادات اور مذہبی ایمانیات رکھا جاتا ہے۔ جہالت مرکبہ کا یہ عالم ہے کہ ہر شخص اپنی عقلی اپروچ کو ”معرفت“ کا نام دیکر خود عارف المعارف کہلا کر دوسروں پر تفصیر و کوتاہی کا الزام عاید کر رہا ہے اور ہر آدمی شتر بے مہار کی طرح اپنی ذاتی پسند و ناپسند کو حق و باطل کا معیار قرار دے رہا ہے، یہ نتیجہ ہے اس پرانی روش و رفتار کا کہ عامۃ الناس صرف جاہل ذاکرین یا عام غیر ذمہ دار مبلغین و مقررین سے عقاید و حقائق دین میں سمین حاصل کرنے کے عادی بن چکے ہیں اور بچپن سے عام سنی سنائی باتوں کو وہی منزل کا درجہ دیتے ہیں اور ان کو عقلی و فکری تنقید کی کسوٹی پر پرکھنے کی ضرورت ہی نہیں سمجھتے اور علوم اہلیت کی روشنی میں علماء اعلام کی لکھی ہوئی کتب کلامیہ ان کی نظروں سے اوجھل ہیں کیونکہ عوام الناس کی ان تک رسائی نہیں ہے اور نام نہاد اکثر خواص ان کے پڑھنے کی ضرورت محسوس نہیں کرتے، ان حالات میں ہم بڑے غور و فکر کے بعد اس نتیجے پر پہنچے ہیں کہ ان ناگفتہ بہ حالات کی اصلاح کا احسن و عمدہ طریقہ یہ ہے کہ اپنی قوم کے سامنے

علم عقاید و کلام میں اپنے علماء اعلام کی لکھی ہوئی علمی و تحقیقی کتابوں کے اردو میں تراجم و خلاصے پیش کیے جائیں تاکہ طالبانِ رشد و ہدایت کے لیے حق و حقیقت کا دروازہ کھل جائے اور دوسرے عام لوگوں پر بھی اتمامِ حجت ہو جائے۔

لہلک من ہلک عن بینة و یحیی من حی عن بینة

چنانچہ کچھ عرصہ پہلے ہم بفضل اللہ تعالیٰ رئیس المجد شین حضرت شیخ صدوق علیہ الرحمہ کے لکھے ہوئے اعتقاداتِ شیعہ کا ترجمہ اور اس کی مختصراً مفصل شرح ”احسن الفوائد فی شرح العقائد“ کے نام سے قوم و ملت کے سامنے پیش کرنے کی سعادت حاصل کر چکے ہیں اور وہ کتاب بعونِ تعالیٰ قبولِ عام کی سند و وام حاصل کر چکی ہے اور چونکہ وہ بڑی ضخیم اور علمی و تحقیقی کتاب ہے نیز قدرے مشکل اور غامض حقائق پر مشتمل ہے اور ہر شخص کی ذہنی سطح اس قدر بلند نہیں کہ اس سے کما حقہ استفادہ کر سکے۔ اس لیے ضرورت تھی کہ تمام عقایدِ امامیہ اثناء عشریہ کا مختصر مگر جامع خاکہ بعض اساطینِ مذہب کے قلم سے پیش کیا جائے تو اس سلسلہ میں ہماری نظر انتخاب مروج المذہب والدین، فخرۃ العلم والعلماء الربانین العالم الربانی حضرت علامہ محمد باقر مجلسی الاصفہانی اعلیٰ اللہ مقامہ کے رسالہ شریفہ معروف بہ رسالہ لیلۃ اعتقاد یہ پر پڑی جو باوجود مختصر ہونے کے تمام بنیادی عقاید و معارف اور زندگی گزارنے کے ذریعے اصولوں پر مشتمل ہے۔ سرکارِ علامہ بھی کچھ ایسے ہی حالات سے دوچار تھے، جن حالات سے ہم دوچار ہیں۔ سرکار نے درحقیقت کوزے میں دریا بند کر دیا ہے۔ حضرت علامہ کی شخصیت محتاجِ تعارف نہیں ہے۔ یہ وہی سرکارِ علامہ مجلسی علیہ الرحمہ ہیں جن کے مذہبی و ملی خدمات جلیلہ کے پیش نظر شاہ عبدالعزیز دہلوی نے ”تھن اثناء عشریہ“ میں ان کے متعلق لکھا ہے کہ ”اگر بنامند دین شیعہ راہدین مجلسی ہر آئینہ در محلِ خوابد بود“ (اگر مذہبِ شیعہ کو مجلسی کا مذہب کہا جائے تو بے جا نہیں ہوگا۔)

بہرِ نوع ہماری تازہ پیشکش اسی رسالہ جلیلہ کا رواں دواں اور مطلب خیز ترجمہ ہے جو جا بجا مفید حواشی سے مزین و مرصع ہے۔ ہمیں اپنی قوم کے علم و مذہب دوست طبقہ سے رجاء

واثق و اُمید کامل ہے کہ ہماری اس تازہ علمی پیشکش کو بظہر استحسان و اتمان دیکھیں گے اور اس کو وہ مقام دیں گے جس کی وہ مستحق ہے۔ واضح رہے کہ علماء متقدمین میں رئیس المحدثین حضرت شیخ صدوق علیہ الرحمہ عدیم المثال عالم دین ہیں اور علماء متاخرین میں فواصیح بحار الانوار حضرت علامہ مجلسی عدیم النظیر فاضل متین ہیں ہم نے دونوں بزرگواروں کے محنت شاقہ سے اللہ سبحانہ کے قرآن اور چہارہ معصومین علیہم السلام کے کلام حق ترجمان کی روشنی میں پیش کردہ عقائد اسلام و ایمان ناظرین کرام کی خدمت میں پیش کر دیئے ہیں تاکہ عوام اور خواص پر حجت تمام ہو جائے تاکہ کل فردائے قیامت کوئی بدعتیہ آدمی کوئی عذر و بہانہ پیش نہ کر سکے اور ہم پر عقائد و افکار میں جدت و حدت کا الزام نہ لگا سکے واللہ من وراء القصد۔

والا الاحقر محمد حسین النجفی عَفِیَ عَنْهُ

۲۵ فروری ۱۹۸۰ء بمطابق

۸ ربیع الثانی ۱۴۰۰ھ

تاریخ نظر ثانی برائے طباعت ثالثہ

۳ اگست ۲۰۰۵ء ۲۶ جمادی الثانیہ ۱۴۲۶ھ

بروز بدھ بوقت پونے چار بجے دن

والحمد للہ

رسالة الاعتقادات للعلامة المجلسي عليه الزمعه

اعتقادات الاماميه في ترجمة الرسالة النيلية

بسم الله الرحمن الرحيم

الحمد لله الذي سهل لنا
سلوك شرائع الدين و اوضح
اعلامه و بين لنا مناهج اليقين
فاكمل بذلك علينا انعامه و خصنا
بسيّد انبيائه و نخبه اصفياه
فاستقلنا به من شفا جوف
الهلكات و بصرنا به طريق الارتقاء
على اعالي الدرجت و اكرمنا باهل
بيت نبیه سادات البشر و شفعاء
يوم المحشر فتور قلوبنا بانوار
هدايتهم و شرح صدورنا باسرار
محبتهم صلوات الله عليهم ابد
الابدین و لعنة الله على اعدائهم
اجمعين ه اما بعد فيقول المشاق
الى ربّه الغافر ابن محمد تقی
محمد باقر اوتيا کتابهما يمينا و

بسم الله الرحمن الرحيم

و به نستعين و نصلی و نسلم على رسوله
الکريم و اله الطاهرين و نلعن على اعدائهم
اجمعين من يوم عداوتهم الى يوم الدين بل
ابدا الابدین و دهر الدهارين۔

اما بعد اسرکار علامہ مجلسی علیہ الرحمہ خطبہ
مسنونہ کے (بعد جو کہ حمد خدا و ثناء مصطفیٰ اور
مدح ائمہ خدائی پر مشتمل ہے) فرماتے ہیں کہ
اپنے رب غافر کی رحمت و مغفرت کا مشتاق محمد
باقر ابن (فاضل) محمد تقی (مجلسی) خدا و نوں
باپ بیٹے کا نام اعمال ان کے واسطے ہاتھ میں
دے اور ان کا حساب آسان فرمائے، کہتا ہے
کہ مجھ سے اس شخص نے خواہش کی جسے
خدائے رحیم نے رشد و ہدایت کے راستوں
کے طلب کرنے کی راہنمائی فرمائی ہے اور
جس کے دل و دماغ میں قیامت کا خوف و دیعت
فرمایا ہے کہ میں اس کے لیے وہ جادۂ رشد و
ہدایت واضح و آشکار کروں جو خدائے رحمن
نے (ازراہ لطف و اتمان) اس پر آشوب زمانہ

میں مجھ پر واضح دہیاں کیا ہے، جس میں لوگوں پر (حق کی) راہیں مشتبہ اور ہلاکت گاہیں تیرہ و تار ہو گئی ہیں اور شیطان اپنے دوستوں پر پوری طرح مسلط ہو گیا ہے، چنانچہ وہ ان کو چاہو ہلاکت میں ڈال رہا ہے، اور اس نے اور اس کے جتنی وانسی اعوان و انصار نے اللہ والوں کے راستے پر ڈیرے ڈال دیئے ہیں اور ان کو ادھر ادھر بھٹکا رہے ہیں اور ان کی نظروں میں بدعت و ضلالت کو حق و حقیقت کے لباس میں پیش کر رہے ہیں، ان حالات میں مجھ پر واجب تھا کہ میں اس کے لیے (بلکہ ہر طالب رشد و ہدایت کے لیے) حق اور نجات کو روشن نشانوں، واضح دلیلوں اور غیر مبہم بیانات کے ساتھ کھول کر بیان کروں، اگرچہ (ایسا کرنے سے) مجھے بدعتی لوگوں کے فرعونوں سے (ذاتی نقصان و زیان کا) خطرہ و امن گیر ہے، (مگر اظہار حق کے سلسلہ میں مجھے اس کی کوئی پروا نہیں ہے)

میرے دینی بھائیو! اچھی طرح ذہن نشین کر لو کہ میں تمہیں نصیحت کرنے میں کسی قسم کی کمی و کوتاہی نہیں کروں گا اور جو کچھ حق و صدق مجھ پر ظاہر و آشکار ہوا ہے اس کے اظہار میں کسی قسم کی پہلو تہی نہیں کروں گا،

حَسْبَا حَسَاباً يَسِرًا اِنَّهُ قَدِمَنِي
بعض من هداة الله الى طلب
مسالك الحق والرشاد و اودع له
خوف المعاد ان ابين له ما هداة
الله تعالى اليه من طريقة النجاة في
هذا الزمان الذي اشتبه على الناس
الطرق و اظلم عليهم الممالك و
استحوذ الشيطان على اوليائه
فاوردهم الممالك فنصب الشيطان
و احزابه من الجن و الانس على
طريق السالكين الى الله فخوفهم
يميناً و شمالاً و سولوا اليهم على مثال
الحق بدعة و ضلالاً فوجب على ان
ابين له مناهج الحق و النجاة باعلام
نيرة و دلائل واضحة و ان كنت
على وجل من فراعنة اهل البدع و
طغيانهم.

فاعلمو يا اخواني اني لا
اخونكم نصحاً و لا اطوى
عنكم كشحاً في بيان ماظهر لي

من الحق و ان رَغَمْتَ
المراغم و لا اخاف في الله
لومة لانم.

اگرچہ یہ حقائق بعض لوگوں کو ناگوار ہی
کیوں نہ گزریں کیوں کہ میں خدا کے معاملہ
میں کسی ملامت کرنے والے کی ملامت کی
پر دامنیں کرتا ہوں

سرکار محمد و آل محمد کا مقدس تذکرہ:

برادران ایمانی! ادھر ادھر نہ بھٹکو اور
بالیقین جان لو کہ سرکار محمد و آل محمد علیہم
السلام کی عزت و عظمت اور مجدد کرامت کا یہ
عالم ہے کہ خداوند عالم نے ان کو اپنی تمام
مخلوق پر افضلیت و برتری عطا فرمائی ہے اور ان
کو اپنے علم و حکمت کا خزانہ دار قرار دیا ہے۔
یہی وہ ذوات مقدسہ ہیں جو اس عالم وجود کے
ایجاد و تخلیق کا مقصود اصلی ہیں اور یہی ذوات
عالیہ شفاعت کبریٰ و مقام محمود کے ساتھ
مخصوص ہیں اور یہی نفوس زاکیہ عالم دنیا اور
عالم آخرت میں بندوں تک خداوند عالم کے
فیض و برکات کے (پہنچنے) کا وسیلہ و ذریعہ ہیں
کیونکہ یہی بزرگوار (بلا واسطہ فیوض الہیہ اور

یا اخوانی لا تذہبو شمالاً و
یمیناً و اعلموا یقیناً ان الله تعالى
اکرم نبیہ محمدًا و آلہ سلام الله
علیہم ففضلہم علی جمیع خلقہ و
جعلہم معادن علمہ و حکمتہ فیہم
المقصودون فی ایجاد عالم الوجود
المخصوصون بالشفاعة الکبریٰ و
المقام المحمود و انہم و سائط
فیوض الله تعالى فی هذه النشأة
و النشأة الاخری اذہم القابلون

اور یہی اس گنہگار مترجم و شارح کا مسلک اور نظریہ ہے جس پر اس کی زندگی کے تمام
امیال و افعال، افکار و اظہار اور اس کے جملہ لیل و نہار شہد صادق ہیں۔ گویا کہ کوئی ہاتھ نہیں
اسے پکار پکار کر کہہ رہا ہے۔

خدا رکھے سرور پر قوم کے سایہ ترادائم
کئے جا خدمت دین لا تخف من لومة لانم
(منہ غشی عنہ)

رحمتِ قدسیہ کے قبول کرنے کی اہلیت و
لیاقت رکھتے ہیں، پھر ان کے توسط و طفیل سے باقی
موجودات پر رحمتِ ایزدی کا فیضان ہوتا ہے۔

طلبِ حاجت کے وقت (یعنی اس سے پہلے
اور اس کے بعد) ان حضرات پر درود و سلام
بھیجنے اور ان کے ساتھ توسل حاصل کرنے میں
یہی حکمت پوشیدہ ہے۔ کہ دعا مستجاب ہو جائے
اور مقصد بر آری ہو جائے کیونکہ ان پر درود
و سلام بھیجنے کی درخواست تو کبھی رد نہیں ہوتی
کیونکہ مبداء (ذاتِ اقدس) فیاض و جواد ہے
اور محل (یہ ذواتِ مقدسہ) قابل ہے
(پھر درخواست منظور کیوں نہ ہو، اور یہ بات ذاتِ
احدیت کے شایانِ شان نہیں ہے کہ دعا کے ابتدائی
اور انتہائی حصہ کو تو قبول فرمائے اور درمیانی حصہ

للفیوض الالہیۃ والرحمات
القدسیۃ وبتوسطہم (و بطفیلہم)

تفیض الرحمة علی سائر
الموجودات و هذه الحکمة فی
لزوم الصلوة علیہم و التوسل
بہم فی کل حاجة لا نہ اذا صلی
علیہم لا یرد

لان المبدأ فیاض و المحل
قابل و یرکتہم تفیض علی
الساعی بل علی جمیع الخلق

بعض فاسد العقیدہ لوگ سرکارِ علامہ مجلسی علیہ الرحمۃ کے مذکورہ بالا کلام کو بہوجب
تاویل القول بمالائریضیہ قائلہ، اپنے اس عقیدہ قاطلہ کی تائید میں پیش کیا کرتے ہیں کہ ائمہ
اطہار کے واسطے فیض ہونے کا مطلب یہ ہے کہ ”یہ ذواتِ مقدسہ خدا سے لیتے ہیں اور بندوں کو
دیتے ہیں“ یا یہ کہ ”یہ بزرگوار خلق و رزق میں واسطہ و آلہ خداوندی ہیں یعنی ان کے ہاتھ سے
خدا غلق و رزق کا کام انجام دیتا ہے۔“ حالانکہ اگر سرکارِ علامہ کے اس پورے کلام میں معمولی
سا بھی غور کیا جائے تو یہ بات روز روشن کی طرح واضح و آشکار ہو جاتی ہے کہ ان ذواتِ مقدسہ
کے واسطے فیض ہونے کا مطلب یہ ہے کہ یہ حضرات باعینِ تخلیق موجودات و علتِ غائی ممکنات
ہیں یعنی خداوندِ عالم نے ثریٰ سے ثریا تک اور عرش سے فرش تک جو کچھ پیدا کیا ہے وہ سب ان
کی برکت اور ان کے طفیل پیدا کیا ہے یعنی اگر خداوندِ عالم کو ان ذواتِ قادسہ کا پیدا کرنا
مقصود نہ ہوتا تو کائنات کی کوئی بھی چیز کس قدر سے نکل کر عرصہ وجود میں کبھی قدم نہ رکھتی

امثل لكم مثلاً تقریباً الی
الضامکم مثلاً اذ جاء کردی او
اعرابی جاہل غیر مستاہل
للاکرام الی باب السلطان

فامر له السلطان بسط
الموائد و انواع الکرم و الفوائد
ینسب العقلاء الی قلۃ العقل و
سخافة الزانی بخلاف ما اذا
بسط ذالک لا حد من مقربی
حضرتہ او وزرائہ او امرائہ فاجابہ
فحضر الکردی او الاعرابی تلک
الصائدۃ فاکل یكون مستحسناً
بل لو اکل منه آلا ف امثالہ یعد

کو رو کر دے) اور ان کی برکت کا فیضان نہ
صرف اس دُعا کرنے والے پر بلکہ تمام مخلوق
خدا پر برابر جاری و ساری ہے۔ مذکورہ بالا
مطلب کو تمھارے ذہن نشین کرانے کیلئے
میں ایک مثال پیش کرتا ہوں۔ فرض کرو
ایک کردی یا کوئی چاہل بدو جو کسی قسم کے
اکرام و احترام کے لائق نہیں ہے، بادشاہ کے
دروازے پر حاضر ہو اور بادشاہ اس کا اکرام و
احترام کرے، اس کے لیے دسترخوان بچھائے
اور اس پر مختلف انواع و اقسام کے کھانے
پکوائے تو عقلاء روزگار اس بادشاہ کو کم
عقل اور سخی الزائے قرار دیں گے، بخلاف اس
کے اگر وہ یہ سارا انتظام و اہتمام اپنے کسی
خاص مقرب بارگاہ یا اپنے کسی وزیر باندہیر یا
کسی امیر کبیر کے لیے کرے اور پھر کھانے
کے وقت کوئی کردی یا بدو آکر کھانے
میں شریک ہو جائے بلکہ اگر ایسے موقع پر ایسے
ہزاروں آدمی بھی آکر اس ضیافت میں شامل
ہو جائیں (اور ان کو روکا نہ جائے) تو یہ بات
بادشاہ کے لیے قابل تعریف سمجھی جائے گی اور

جیسا کہ سرکارِ علامہ نے بادشاہ اور بدو کی ضیافت والی مثال سے اس مطلب کی پوری پوری
وضاحت کردی ہے اور اس سے علامہ مرحوم کی حوض والی تمثیل کا مفہوم بھی واضح ہو جاتا ہے۔
(جو سرکارِ موصوف نے ذرا آگے چل کر پیش کی ہے) اس سے بطور استعارہ اصل مقصد ان
حضرات کا علیہ غائی ممکنات ہونا ثابت کرنا ہے و بس اس کا یہ مطلب ہر گز نہیں ہے کہ یہ

من جمیل الکرم بل ربما یعد منعد
قیحاً

اس کے سخاوتی کارناموں میں شمار ہوگی، بلکہ
ایسے موقع پر ایسے حقیر لوگوں کو روک دینا
قابل ملامت فعل سمجھا جاتا ہے۔

وایضاً کما فی غایۃ
البعد عن جناب قدسہ و حریم
ملکوتہ و ما کنا مرتبطین بساحۃ

ضرورت و سیلہ و فلسفہ بشریت انبیاء
چونکہ ہم لوگ طبعی کثافتوں کی وجہ سے
خداوند قدوس (جو کہ تجرد و لطافت کے آخری
درجہ رفیعہ پر فائز ہے) کی صحبت قدس سے
بہت دور ہیں اور ہم جیسی حقیر اور عزت و

بزرگوار خدا سے لیتے اور مخلوق کو دیتے ہیں، یعنی نظام عالم کو خود چلاتے ہیں اور خلق و رزق میں
خدا کے آلات و اسباب ہیں۔ یہ مطلب بالکل باطل و ماطل ہے چنانچہ عالم جلیل آقائے سید
عبدالحسین اپنی کتاب 'الکلم الطیب' جلد ۱ ص ۱۱۹ طبع احسنہان پر لکھتے ہیں:

”واسطہ فیض بودن باین معنی کہ از خدا بگیرند و مطلق بدینند، چنانچہ بعضی گمان کردند اند درست
نیست نہ تہا و لیکن برائے اثبات آن مدعا ندارد بلکہ اولاً برخلاف آن قائم است و اس عقیدہ
باتوحید افعالی منافات دارد۔“ یعنی اگر اظہار کا بایں معنی واسطہ فیض ہوتا کہ خدا سے لیتے ہیں اور
خلق کو دیتے ہیں جیسا کہ بعض لوگوں کا خیال ہے درست نہیں ہے۔ علاوہ اس کے کہ اس
مطلب کی صحت پر کوئی دلیل نہیں ہے بلکہ اس کے برخلاف دلیل قائم ہیں، یہ عقیدہ توحید
افعالی کے منافی ہے۔ ”سید العلماء مولانا سید حسین لکھنوی نے ”حدیقہ سلطانیہ“ جلد ۳ ص ۹۱ طبع
لکھنؤ پر واسطہ فیض بمعنی نہ کور کی نفی کو ضروریات دین سے قرار دیتے ہوئے لکھا ہے کہ ”نفی
واسطہ فی الخلق از ضروریات دین است“ اور اسی جلد کے ص ۸۷ پر اس عقیدہ باطلہ کو کفر قرار
دیا ہے۔ ”در روایات دیگر ماثور است کہ قول آلہ واسطہ کفر است“ ان حقائق کی روشنی میں
 واضح و آشکار ہو گیا کہ ان ذوات عالیہ کے وسیلہ واسطہ ہونے کا صحیح مفہوم یہ ہے کہ وہ علت
غائی ممکنات اور اصل مقصود کائنات ہیں اور ان کے توشل و طفیل سے بارگاہ الوہیت میں دعائیں
قبول، عبادات مقبول اور حاجات پوری ہوتی ہیں اور انہی کے صدقہ سے اہل عالم کو اللہ کی سرکار
سے سب کچھ مل رہا ہے۔ (منہ عفی عنہ)

عَزَّ وَ جَبْرُوتَہ فلا بدان یکون
 بینا و بین ربنا سفراء و حجب
 ذواجہات قدسیہ و حالات
 بشریہ یکون لہم بالجہات الاولیٰ
 ارتباط بالجناب الاعلیٰ یاخذون
 منہ الحکم و یکون لہم بالجہات
 الثانیہ مناسبتہ للخلق یلقون الیہم ما
 اخذوا عن ربہم فلذا جعل اللہ
 تعالیٰ سفرائہ و انبیائہ ظاہراً من
 جنس البشر و باطناً مابیناً عنہم
 فی اطوارہم و اخلاقہم و نفوسہم

عظمت سے تہی دست اور فقیر مخلوق کا براہ
 راست) اس کی بارگاہ عزت و جبروت سے
 کوئی ربط و تعلق نہیں ہے اس لیے عقلاً ضروری
 ہے کہ ہمارے اور ہمارے اس عظیم پروردگار
 کے درمیان کچھ ایسے سفیر اور وسیلے ہوں جو
 دو طرفے رکھتے ہوں یعنی جہات قدسیہ و روحانیہ
 اور حالات بشریہ و انسانیہ دونوں رکھتے ہوں تا
 کہ پہلی جہت (قدسی و روحانی) کی بناء پر ذات
 احدیت سے ان کا رابطہ قائم ہو اور اس سے
 احکام و مصالح حاصل کر سکیں اور دوسری جہت
 (بشری و انسانی) کی بناء پر عام مخلوق سے مناسبت
 رکھتے ہوئے انہیں اپنے پروردگار کا پیغام پہنچا
 سکیں، اسی حکمت کے پیش نظر خالق حکیم نے
 اپنے ان سفیروں اور نبیوں کو بظاہر انسانوں کی
 قسم سے بنایا مگر باطن اخلاق و اطوار اور نفوس و
 قابلیت میں ان سے ممتاز و مبائن قرار دیا۔

۱۔ شیخی العقیدہ لوگ اپنے اس خانہ ساز نظریہ باطلہ کے سرکار محمدؐ علیہم السلام کی نوع انسانی
 نوع سے جدا گانہ ہے، گو سہارا دینے کیلئے سرکار علامہ مجلسی کے رسالہ لیلۃ اعتقاد یہ کی یہ
 عبارت بھی پیش کیا کرتے ہیں، حالانکہ اگر یہ نظر عدلی و انصاف دیکھا جائے تو صاف نظر
 آتا ہے کہ اس عبارت کو ان لوگوں کے اس فاسد عقیدہ کے ساتھ کچھ بھی ربط و تعلق نہیں
 ہے بلکہ اس کا صاف و صریح مفہوم یہ ہے کہ یہ ذوات مقدسہ گو ہیں تو انسان مگر اپنے مخصوص
 روحانی کمالات اور فضائل و معجزات کی بناء پر دوسرے تمام لوگوں سے ممتاز ہیں اور اس بلندی
 مقام و رفعت شان میں کوئی بھی انسان ان کا شریک نہیں ہے یعنی درجات و مقامات میں اس قدر
 تفاوت ہے کہ ہم خاک ہیں تو وہ اکسیر، ہم پتھر ہیں تو وہ گوہر، ہم سنگ خار ہیں تو وہ پارس، ہم

و قابلیاتہم فہم مقدسون	ہیں یہ وہ مقدس روحانی بزرگوار ہیں جو کہتے
روحانیوں قائلون اما انا بشر	ہیں کہ: "ہم تم جیسے بشر ہیں" تاکہ ان کی
مسلکم لئلا یسفر عنہم امتہم و	امت ان سے نفرت نہ کرے بلکہ ان سے
	مانوس ہو اور ان سے (احکام) قبول کرے

ذرا ہیں تو وہ آفتاب ہم باطل ہیں تو وہ عالم، ہم ناقص ہیں تو وہ کامل، ہم مثل قالب ہیں تو وہ جان عالم اس بات کا کوئی بھی اہل ایمان اعتقاد نہیں رکھتا کہ وہ انسان ہوتے ہوئے تمام حالات، صفات اور کیفیات میں بھی عام انسانوں جیسے ہیں بلکہ صحیح عقیدہ یہ ہے کہ بائق جمیع حکماء و علماء تمام انواع عالم میں سے افضل و اشرف نوع انسانی ہے اور یہ بزرگوار اسی اعلیٰ و اشرف نوع کے افضل و اکمل افراد ہیں اس لیے یہ تمام کائنات علوی و سفلی اور درنی و سماوی سے اشرف و اعلیٰ و افضل ہیں، اسی مطلب کو سرکار علامہ نے "بحار الانوار" جلد ۵ ص ۱۱ طبع قدیم پر بڑی وضاحت و صراحت کے ساتھ بیان کیا ہے چنانچہ بشریت انبیاء کا فلسفہ بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

فاحب و اقتضیٰ حکمتہ البالغة ان يعرف خلقہ بالوحد و بحصوہ بہ و لم یکن ذالک ممکنا الا بارسال الرسل لما قد تمہد من کمال علوہ و نہایہ سنوہ و انحطاط درجۃ المکلفین و جہلہم و عجزہم فلذا جعل بینہ و بین خلقہ سفراء یغیض علیہم من جہۃ کمالہم و یفیضوا علی الخلق من جہۃ بشریتہم و مجانستہم الخ

یعنی خدا کی حکمت بالغہ نے چاہا کہ اپنی مخلوق کو اپنی توحید کی معرفی کرائے تاکہ وہ اس کی توحید کے قائل ہو سکیں اور یہ امر رسولوں کے بھیجے بغیر ممکن نہ تھا کیونکہ وہ جناب و رفعت اور عزت و عظمت کے آخری بلند مرتبہ پر فائز ہے اور مخلوق بجز تصور اور خیال و نادانی کے انتہائی پست درجہ پر ہے اس لیے اس نے اپنے اور اپنی مخلوق کے درمیان کچھ ایسے سفیر مقرر فرمائے ہیں جن کے (روحانی) کمال کی وجہ سے خدا ان پر (احکام کا) فیضان کرتا ہے اور وہ اپنی بشریت اور مجانست کی وجہ سے (ان احکام و اوامر کو لوگوں تک پہنچاتے ہیں، اس بیان فیہ الزمر بان سے واضح و عیان ہو گیا کہ اس امتیاز و مہابنت سے صفات و کمالات میں مہابنت مراد ہے نہ کہ

یقبلو امنہم و یأمنوا بہم لکونہم
 من جنسہم و شکلہم و الہ
 یشیر قولہ ولو جعلناہ ملکاً
 لجعلناہ یثراً و للبنا علیہم ما
 یلبسون۔

کیونکہ وہ (انبیاء و اوصیاء) اسی (امت) کی قسم
 سے ہیں اور اسی کی شکل و صورت پہ ہیں۔
 خداوند عالم کے اس ارشاد میں اسی مطلب کی
 طرف اشارہ ہے کہ اگر ہم کسی فرشتہ کو نبی
 بناتے تو بھی مرد بنا کر بھیجتے۔

SIBTAIN.COM

ذات و ماہیت میں، نیز مخفی نہ رہے کہ سرکارِ علامہ یا دیگر علماء اعلام کے کلام میں وارد شدہ لفظ
 جنس سے اس کے لغوی معنی (قسم) مراد ہیں نہ کہ منطقی معنی کمالاً یخفی علی مالہ ادنی المام
 بکلام العلماء الاعلام، الغرض یہ کہنا کہ ان ذوات مقدسہ کی نوع انسانی نوع سے جدا ہے، یہ
 نظریہ قرآن کریم، تعلیمات معصومین، مسلمات عقل سلیم اور اجماع مسلمین کے خلاف ہے اس
 لیے یہ عقیدہ رکھنا موجب ضلالت و گمراہی ہے۔ اس فاسد نظریہ کے ایجاد و اختراع کا سہرا شیخ احمد
 احسانی کے سر ہے جو تمام شیعہ مراجع عظام و فقہائے کرام کے نزدیک ضال بھی ہے اور مضل
 بھی، اس مسئلہ کی تمام تفصیل دیکھنے کے خواہشمند حضرات ہماری کتاب "اصول الشریعہ فی
 عقائد الشیعہ" کی طرف رجوع فرمائیں۔ (منہ عفی عنہ)

اور اسی بیان سے اس مشہور روایت کی تفسیر بھی ممکن ہے جو عقل کے متعلق وارد ہے۔ (جس میں مذکور ہے کہ خالق اکبر نے عقل کو خلق کرنے کے بعد فرمایا، آگے بڑھ تو وہ آگے بڑھی پھر فرمایا پیچھے ہٹ تو وہ پیچھے ہٹ گئی، اُس وقت خدا نے عقل سے خطاب کر کے فرمایا: ”میں نے تجھ سے بڑھ کر کوئی مکرم و معزز مخلوق خلق نہیں کی، میں تیرے ذریعے سے ہی جزا و سزا دوں گا۔ اصول کافی وغیرہ)

بائیں طور کہ عقل سے پیغمبر اسلام کی ذات والا صفات مراد لی جائے اور آگے بڑھنے کے حکم سے مقصد یہ ہے کہ وہ فضل و کمال اور قرب و وصال کے بلند مراتب حاصل کریں اور پیچھے ہٹنے کے حکم کا مطلب یہ ہو کہ وہ ان اعلیٰ مراتب و مدارج پر فائز ہونے کے باوجود لوگوں کی تکمیل و تزکیہ کے لئے پست درجہ کی طرف متوجہ ہوں اور ممکن ہے کہ خدا کے اس ارشاد کا اشارہ بھی اسی طرف ہو کہ خدا نے تمہاری طرف ایک رسول نازل کیا ہے یعنی یہ انزال آنحضرت کو ان کے اس بلند و بالا مقام سے جس کا نہ کوئی نیا مسئلہ متحمل ہو سکتا ہے اور نہ ملک مقرب انکار کر مخلوق کے ساتھ ہووہ باش اختیار کرنے پھر ان کو مانوس کر کے راہِ راست پر لانے اور اس پر چلانے کے پست درجہ پر لا کھڑا کرنے سے کتنا یہ ہے اور ادا امر و احکام کے علاوہ دیگر فیوض و برکات اور

و به یمن تفسیر الخبر المشهور فی العقل بان یكون المراد بالعقل نفس النبی و امره بالاقبال عبارة عن الطلب الی مراتب الفضل والکمال و القرب والوصول و ادبارہ عن التوجه بعد الوصول الی اقصیٰ مراتب الکمال الی التنزل من تلك المرتبة و التوجه الی تکمیل الخلق

و یمن ان یكون قوله قد انزل الله الیکم رسولا مشیرا الیه بان یكون انزال الرسول کنایة عن تنزله من تلك الدرجه القصویٰ الی لا یسعها ملک مقرب و لا یسی مرسل الی معاشرۃ الخلق و هدايتهم و مواساتهم فکذا لک فی اضافۃ سائر الفیوض و

عنایات میں بھی یہ بزرگوار اپنے پروردگار اور دیگر عام موجودات کے درمیان وسیلہ و واسطہ ہیں یعنی خدا کے ہر فیض و وجود کی ابتدا ان ذوات مقدسہ سے ہوتی ہے، پھر (ان کے طفیل) دوسری مخلوق پر اس کا فیضان ہوتا ہے، پس ان ذوات عالیہ پر درود و سلام بھیجنے سے اصل مقصد یہی ہے کہ خدا کی رحمت و اسد کو اس کے مخزن اور اس کے فیض کو اس کے مقسم کی طرف کھینچا جائے تاکہ اس طرح تمام مخلوق تک اس کا فیض عام پہنچ سکے۔

ضرورت حدیث کا بیان:

پھر تمہیں یہ بھی معلوم ہونا چاہئے کہ جب خداوند جلیل نے اپنے نبی اعظم کی تادیب و تکمیل فرمادی تو فرمایا جس بات کا رسول تمہیں حکم دے اسے لے لو اور جس بات سے تمہیں روک دے اس سے رُک جاؤ پس خالق عباد کے اس ارشاد کے مطابق ہم پر دین کے اصول و فروع اور معاش و معاد (دنیا و آخرت) کے معاملات میں آنحضرت کی اتباع و پیروی واجب ہے اور اپنے (دین و دنیا کے) تمام امور کو ان سے حاصل کرنا لازم ہے اور (یہ بات بھی پوشیدہ نہیں ہے کہ) جناب رسول خدا (اپنے بعد) اپنے حکم و معارف، اوامر و احکام، اخبار و آثار اور آیات قرآنیہ و معجزات ربانیہ اپنے اہل بیت علیہم السلام کے سپرد فرما گئے ہیں چنانچہ اپنی متواتر حدیث

الکمالات و ہم وسائل بین ربہم و بین سائر الموجودات فکل فیض وجود یبدأ بہم صلوات اللہ علیہم ثم ینقسم علی سائر الخلق ففی الصلوۃ علیہم استجلاب الرحمة الی معادنیہا و للفیوض الی مقسمہا لینقسم علی سائر البرایا۔

ثم اعلموا ان اللہ تعالیٰ اکمل نبیہ صلی اللہ علیہ و آلہ قال و ما اتاکم الرسول فخذوه و ما نہیکم عنہ فانتہوا

فیجب علینا بنصبہ تعالیٰ متابعتہ النبی فی اصول دیننا و فروعہ و امور معاشنا و معادنا و اخذ جمیع امورنا عنہ و انہ اودع حکمہ و معارفہ و احکامہ و آثارہ و ما نزل علیہ من الآت القرائیۃ و المعجزات الربانیۃ عند

میں فرماتے ہیں کہ: ”میں تمہارے درمیان دو شخص اور گراں قدر چیزیں چھوڑ کر جا رہا ہوں ایک اللہ کی کتاب اور دوسری اپنی عمرت اہلیت جب تک تم ان کے دامن سے وابستہ رہو گے ہرگز میرے بعد گمراہ نہ ہو گے اور یہ دونوں جب تک حوض کوثر پر میری بارگاہ میں پہنچ نہیں جائیں گے ایک دوسرے سے جدا نہیں ہوں گے۔“ یہ حقیقت اخبار مستفیضہ سے ثابت ہے کہ پورے قرآن کا صحیح علم انہیں وارثان قرآن کے پاس موجود ہے۔ یہ حدیث متواتر (ثقلین) بھی اس مطلب پر واضح دلالت کرتی ہے۔ پھر یہ بزرگوار (اپنے بعد) ہمارے درمیان اپنے اخبار و آثار چھوڑ گئے ہیں پس اس زمانہ (نبوت امام) میں ہمارے لیے اس کے سوا اور کوئی چارہ کار نہیں ہے کہ ہم ان کے احادیث و اخبار کے ساتھ تمسک کریں اور ان کے آثار میں تدبر کریں۔

اہل بیت کی شکایت:

مگر مقام افسوس ہے کہ اکثر اہل بیت نے آپ کے اہل بیت نبوت کے اخبار و آثار کو چھوڑ کر اپنی ناقص رائیوں پر اعتماد کر لیا ہے، (اس لیے گمراہی کے اندھیرے میں ٹامک ٹوٹیاں مار رہے ہیں۔) اور کچھ لوگوں نے ایسے ضال و مضل (خود گمراہ اور

اہل بیت صلوات اللہ علیہم فقال بالنص المتواتر انی تارک فیکم الثقلین کتاب اللہ و عمرتی اہل بیٹی لن یفترقا حتی یرد اعلی الحوض و ظہر من الاخبار المستفیضة ان علوم القرآن عندهم

و هذا الخیر المتواتر ایضاً یدل علیہ ثم انہم علیہم الصلوٰۃ والسلام ترکوا بیننا اخبارہم فلیس لنا فی هذا الزمان الا التمسک باخبارہم والتدبر فی آثارہم

فترک اکثر الناس فی زماننا آثار اہل بیت نبیہم و استبدوا بآرائہم فمنہم من سلک مسلک الحکماء الذین ضلوا و اضلوا ولم

اس موضوع کی تمام تفصیلات معلوم کرنے کے خواہشمند حضرات ہماری کتاب ”تحقیقات الثقلین فی حدیث الثقلین“ کی طرف رجوع فرمائیں۔ (منہ غنی عنہ)

دوسروں کو گمراہ کرنے والے) یونانی حکماء کے مسلک کو اختیار کر لیا ہے جو نہ کسی نبی کے قائل ہیں اور نہ کسی (الہامی) کتاب پر ایمان رکھتے ہیں بلکہ وہ صرف اپنی فاسد عقلوں اور کاسد رائیوں پر بھروسہ کرتے ہیں ان لوگوں نے ان (حکماء) کو اپنا پیشوا رہنما بنا لیا ہے اس لیے وہ امرِ خدائی کے نصوص صریحہ و صحیحہ کی محض اس لیے (بیجا) تاویلات کرتے ہیں کہ وہ بظاہر حکماء کے مسلک کے مطابق نہیں ہیں۔

حکمائے یونان کی مذمت

حالانکہ یہ لوگ جانتے ہیں کہ حکماء کے دلائل (بہ الفاظ مناسب شبہات) سے وہم و گمان بھی حاصل نہیں ہوتا۔ (تاہم یقین چاہیں؟) بلکہ ان کے آراء و افکار تار عنکبوت کی طرح بالکل بزدہ اور کمزور ہیں نیز یہ لوگ یہ بھی (پچشم خود) دیکھ رہے ہیں کہ ان حکماء کے آراء و افکار اور اعتقادات و نظریات میں باہم اختلاف و تضاد پایا جاتا ہے ان میں سے کچھ مشائخ ہیں (جن کا قائد ارسطو ہے) اور کچھ اشراقیین ہیں

بقر و ابھی ولم يؤمنوا بكتاب و
اعتمدوا على عقولهم الفاسدة و
آرائهم الكاسدة فاتخذوا هم انما و
قادة فهم يؤولون النصوص
الصريحة الصحيحة عن انما
الهدى بانه لا يوافق ما ذهب اليه
الحكماء

مع انهم يرون ان دلائلهم
و شبههم لا تفيد ظناً ولا هماً
بل ليس افكارهم الا كنج
العنكبوت و ايضاً يرون
تخالف احوالهم و تباین
اهدافهم فمنهم مشتائون

۱۔ باب دانش و دانش پر یہ حقیقت پوشیدہ نہیں ہے کہ اسلام میں ہر قسم کے اعتقادی و عملی انحراف بلکہ ارتداد کی اصل وجہ اور اس کی اصل جڑ بنی عباس کے دور میں فلسفہ یونان کا عربی میں ترجمہ ہو کر مسلمانوں کے ہاں رواج پانا ہے یہی وجہ ہے کہ ہر دور میں ہمدردان قوم و ملت علمائے اسلام نے فلسفہ میں زیادہ تو غل سے طلبہ اور عام لوگوں کو منع کیا ہے کیونکہ اس سے لازماً عقیدہ و عمل میں انحراف و اوجھاچ پیدا ہوتا ہے ہاں البتہ یہ وجہ علم اشی افضل من جہل اشی تصور اس فلسفہ پر جننے اور اسکی اصطلاحات معلوم کرنے میں کوئی مضائقہ نہیں ہے۔ (مفتی اعظم)

وَمِنْهُمْ اشْرَاقِيُونَ قَلِمًا بِوَافِقٍ
رَأَى أَحَدِي الطَّائِفَتَيْنِ رَأَى
الْأُخْرَى

وَمَعَاذَ اللَّهِ أَنْ يَتَّكِلَ النَّاسُ
عَلَى عَقُولِهِمْ فِي أَصُولِ
الْعُقَاثِدِ فَيَسْتَحْيِرُونَ فِي مَرَاتِعِ
الْحَيَوَانَاتِ وَلِعَصْرَى كَيْفَ
يَجْتَرُونَ عَلَى أَنْ يَأُولُوا
النُّصُوصِ الْوَاضِحَةِ الصَّادِرَةِ مِنْ
أَهْلِ بَيْتِ الْعَصْمَةِ وَالطَّهَارَةِ بِحَسَنِ
ظَنِّهِمْ بِيُونَانِي كَافِرًا لَا يَعْتَقِدُ دِينًا وَلَا
مَذْهَبًا

وَطَائِفَةٌ مِنْ أَهْلِ دَهْرِنَا اتَّخَذُوا
الْبِدْعَ دِينًا يَعْبُدُونَ اللَّهَ بِهَا وَسَمَوَهُ

(جن کا پیشوائے اعظم افلاطون ہے) شاید وہ اپنی
ایک گروہ کا کوئی نظریہ دوسرے گروہ کے نظریہ سے
ماتا ہے ورنہ اختلاف ہی اختلاف نظر آتا ہے جو
بجائے خود ان کے بطلان کی ناقابل رد دلیل ہے۔

پتا بخدا کہ لوگ اصول عقائد میں اپنے عقول ناقصہ پر
بھروسہ کریں (اور اپنی پسند و ناپسند کو کسی عقیدہ کی
صحت یا بطلان کا میزان قرار دیں اس طرح ان کا
شیرازہ بکھر جائے گا) اور جس طرح حیوانات
چراگا ہوں میں آزاد پھرتے ہیں اسی طرح یہ لوگ بھی
آوارہ و سرگرداں ہو جائیں گے۔ مجھے اپنی زندگی کی
قسم! (معلوم نہیں) یہ لوگ ایک بے دین اور کافر
یونانی حکیم پر حسن ظن رکھتے ہوئے اہل بیت عصمت و
طہارت کے نصوص صریحہ و صحیحہ کی بیجا تاویل کرنے کی
کس طرح تجرات و جسارت کرتے ہیں؟ سچ ہے۔

ع جنہیں ہوؤ و بناؤ وہ ڈوب جاتے ہیں سفینوں میں
صوفیاء کی مذمت:

اور کچھ اہل زمانہ نے بدعتوں کو اپنا دین بنا رکھا
ہے جن سے وہ (بنیال خویش) خدا کی عبادت

۱۔ باب علم و اطلاع پر مخفی و مستور نہیں ہے کہ فرقہ صوفیہ دور بنی امیہ کی پیداوار ہے اور اس کا پس منظر
یہ ہے کہ سلاطین بنی امیہ نے خاندان نبوت سے مادی اقتدار چھیننے کے بعد جب دیکھا کہ پھر بھی ان کے
روحانی کمالات کی وجہ سے لوگوں کے دل ان کی طرف کھینچتے ہیں اور وہ ہر خاص و عام کی توجہ کا مرکز بنے
ہوئے ہیں تو اب ان سے ان کے روحانی کمالات کو سلب کرنا تو ان کے بس کا روگ نہ تھا البتہ لوگوں کی توجہ

بالتصوّف فاتخذوا الرهبانية عادة
مع ان النبی قد نہی عنها و امر
بالتزویج و معاشرۃ الخلق و
الحضور فی الجماعات والاجتماع
مع المؤمنین فی مجالسہم و ہدایۃ
بعضہم بعضاً و تعلّم احکام اللہ و
تعلیمہا و عیادۃ المرضى و تشیع
الجنائز و زیارۃ المؤمنین والسعی

کرتے ہیں اور انھوں نے اس کا نام تصوف رکھا
ہے۔ ان لوگوں نے رهبانیت (دنیا اور اہل دنیا سے
قطع تعلق) کو اپنی عادت و عبادت قرار دے دیا ہے،
حالانکہ پیغمبر اسلام نے اس کی ممانعت فرمائی ہے اور
شادی بیاہ کرنے لوگوں سے تعلقات و مراسم
بڑھانے جمعہ و جماعت میں حاضر ہونے اہل ایمان
کی مجالس و محافل میں شرکت کرنے ایک دوسرے کو
ہدایت کرنے احکام خداوندی پڑھنے اور پڑھانے،
بیاروں کی عزاج پڑسی کرنے، جنازوں کی مشایعت

ادھر سے بنانے کے لیے انھوں نے ایک شاعرانہ چال چلی کہ ان کے مقابلہ میں ”صوفیا“ کے نام سے ایک
جماعت کی تشکیل کی جس کا طرہ امتیاز صوف کا سادہ لباس پہننا اور بظاہر ترک لذائذ کرنا تھا، پھر لوگوں کی
توجہ ان کی طرف مرکوز کرنے کے لیے حکومت کی سرپرستی میں ان کے مصنوعی کثوف و کرہات کا خوب
پروپیگنڈا کیا گیا حتیٰ کہ عامۃ الناس ان کے دام تزدیر میں گرفتار ہو گئے۔ اس فرقہ کے عقائد باطلہ میں ایک
مشہور عقیدہ فاسدہ ”وحدت الوجود“ ہے کہ خالق و مخلوق کا وجود ایک ہے اگرچہ موجود الگ الگ ہیں اور
بعض اس سے بھی ایک قدم آگے نکل گئے۔ انھوں نے صاف صاف کہہ دیا کہ کائنات میں صرف ایک ہی
چیز موجود ہے اور وہ ہے خدا۔ وہ ہر چیز کو خدا سمجھتے ہیں اس لیے اس گروہ کو ”ہم اوست“ بھی کہا جاتا ہے۔
(اسی طرف سرکار علامہ نے رسالہ میں ارشاد فرمایا ہے۔)

(۱) اس فرقہ کا سب سے بڑا ترجمان شیخ الذین ابن عربی ”فتوحات مکیہ“ کے مقدمہ میں لکھتا ہے:

”شبحان الذی خلق الاشیاء و هو عینہا“

(۲) اس سلسلہ کا ایک بڑا سرگرم مذکن پیر زوم ہے جو کہتا ہے۔

ہر	لطف	بشکلے	بے	عیار	برآمد	دل	ہر	و	نہاں	شد
ہر	دم	پہ	لباس	دیگر	آں	یار	برآمد	ہر	گہر	شد
گہر	نوح	شد	و	کرد	جہاں	را	بدعا	غرق	ہر	خود

فی حوائجہم و الامر بالمعروف والنہی عن المنکر و اقامة حدود اللہ والرہبانۃ الّتی ابتدعوها یستلزم ترک جمیع تلک الفرائض والسّنن۔

کرنے، اہل ایمان کی ملاقات و زیارت کرنے، ان کی حاجت برداری میں کد و کاوش کرنے نیکی کا حکم دینے اور بُرائی سے روکنے اور حدودِ خداوندی جاری کرنے کا حکم دیا ہے، لیکن ان کی خود ساختہ رہبانیت کا لازمی نتیجہ ان تمام فرائض و مستحبات کا ترک کرنا ہے۔

اس گروہ نے رہبانیت میں کچھ خود ساختہ عبادات (اور اوراد و وظائف) بھی اختراع کر رکھے ہیں مجملہً انکے ایک ”ذکر خفی“ ہے یہ ان کا ایک خاص عمل ہے جو مخصوص ہیئت و کیفیت کے ساتھ کیا جاتا ہے حالانکہ اس کے متعلق نہ کوئی نص وارد ہے

ثم انہم فی تلک الرہبانۃ احدثوا عبادات مخترعة فمنہا الذکر الخفی الّدی ہو عمل خاص علی ہیئۃ خاصۃ لم یرد بہ نص ولا

(۳) نیز اسی گروہ کا ایک مشہور مبلغ شیخ شبستری ”نقش راز“ میں یوں گل افشائی کرتا ہے

مسلمان گر بدانتے کہ بت بیست ہفتہ بدانتے کہ دیں در بت پرست (۴) اسی جماعت کے ایک شاعر نے کہا ہے۔

تو منی من توام دوئی بگذار ہا ایں ہمہ نزد ماہویت دوست ایک اور جگہ کہتا ہے۔

وجود این و آن نقش خیال است بہ حقیقت جز وجود کبریا نیست اگر گوئی ہمہ حق است حق است ہا و گر خلقت ہمہ گوئی خطا نیست اسی فاسد نظریہ نے منصور سے یہ کہلوایا: ایس فی جہنمی سوی اللہ نیز اس گروہ کا دوسرا باطل عقیدہ یہ ہے کہ العبادۃ قنطرة المعرفة کہ عبادت معرفت کا پل ہے۔ لہذا جب ایک عارف باللہ واصل باللہ ہو جائے اور کہ سکے کہ۔

من تو شدم تو من شدی

تو پھر اُس سے تمام عبادات شرعیہ از قسم صلوٰۃ و صوم وغیرہ ساقط ہو جاتی ہیں، اسی بناء پر صادق آل محمدؐ فرماتے ہیں: ”الصّو فیہ تکلمہم من اعدائنا و طریفتہم مباينة لطریقنا“

”تمام صوفی ہمارے دشمن ہیں اور اُن کا طریقہ ہمارے طریقے کے خلاف ہے۔“ (حدیقة الشیعہ)

فا حفظ هذا فانہ بالحفظ جدير و لا يشک مثل خبير۔ (منہ غنی عنہ)

اور نہ ہی قرآن و سنت میں اس کا کہیں کوئی نام و نشان پایا جاتا ہے، ظاہر ہے کہ ایسی ہی چیز کو بلا شک و شبہ "بدعت" کہا جاتا ہے جو کہ حرام ہے۔ جناب رسول خدا فرماتے ہیں: ہر بدعت گمراہی ہے اور ہر گمراہی کا راستہ سیدھا جہنم کی طرف جاتا ہے۔ (کنز العمال وغیرہ)۔

دوسرا "ذکر جلی" ہے جس میں یہ لوگ اشعار گاتے اور گدھے کی طرح پیٹتے ہیں اور کفارِ مکہ کی طرح سیٹیاں اور تالیاں بجا کر خدا کی عبادت کرتے ہیں اور (طرف تماشا یہ ہے کہ) ان کا گمان ہے کہ ان وہ خود ساختہ ذکروں کے سوا اللہ کی کوئی عبادت ہی نہیں ہے۔ ان اذکار کے علاوہ وہ تمام نوافل و سنن کو نظر انداز کرتے ہیں ہاں البتہ جس طرح کواٹھو گئے مارتا ہے اس طرح برائے نام صرف نماز فریضہ ادا کر لیتے ہیں۔

اور (حقیقت تو یہ ہے کہ) اگر ان کو علماء کا خوف و امتکیر نہ ہو (کہ مبادا کفر کا فتویٰ لگا دیں) تو یہ نماز فریضہ بھی ترک کر دیں، پھر یہ لوگ (خدا ان پر لعنت کرے) صرف انھی (فروغی) بدعتوں پر ہی اکتفا نہیں کرتے بلکہ اصول وین میں تحریف و تغیر بھی کرتے ہیں اور وحدۃ الوجود کا باطل عقیدہ رکھتے ہیں اس (وحدۃ الوجود) کے جو معنی اس زمانہ میں مشہور ہیں اور اس گروہ کے بزرگوں سے سننے میں

خبر و لم یوجد فی کتاب ولا اثر و مثل هذا بدعة محرمة بلا شک ولا ریب قال رسول اللہ کل بدعة ضلالة و کل ضلالة سبیلھا الی النار

و منها الذکر الجلی الذی تغنون فیہ بالاشعار و یشہقون شہیق الحمار و یعدون اللہ بالمکاء والتصدیة و یزعمون انہ لیس للہ عبادۃ سوا ہذین الذکرین المبتدعین و یرکون جمیع السنن و التوافل و یقنعون من الصلوۃ الفریضۃ بنقر کنقر الغراب۔

ولولا خوف العلماء لکانوا یرکونها رأساً ثم انہم لعنہم اللہ لا یقنعون بثلک البدع بل یحرفون اصول الدین و یقولون بوحدة الوجود و المعنی المشہور فی هذا الزمان و المسموع من مشائخہم

آئے ہیں (یعنی وحدت الوجود) وہ سراسر کفر و شرک ہے نیز یہ فرقہ عقیدۂ جبر اور تمام عبادات کے ساقط ہونے اور اس قسم کے دوسرے بعض باطل عقائد و نظریات کا قائل ہے۔

اے برادرانِ اسلامی! (دُرودان سے) اور ان شیطانوں کے دوسوں اور شہوں سے اپنے دین و ایمان کو بچاؤ اور خیال رکھو، مبادا کہیں ان کے ظاہری اور مصنوعی اخلاق و اطوار سے جو چا حلوں کے دلوں پر اثر انداز ہوتے ہیں، کہیں دھوکا نہ کھا جانا، (اور کہیں سراب کو آب نہ سمجھ لینا) لو اب وہ وقت آگیا ہے کہ میں مذہبِ شیعہ کے وہ تمام اصول و عقائد اجمالاً سپرد قلم کروں جو سرکارِ محمد و آلِ محمد علیہم السلام کے اخبار متواترہ سے مجھ پر ظاہر ہوئے ہیں تاکہ تم ان لوگوں کے دامِ فریب میں پھنس کر گمراہ نہ ہو سکو نیز تم پر خدا کی طرف سے اتمامِ حجت کرتا ہوں اور تمہارے مقتداؤں اور پیشاؤں کا جو پیغام مجھ تک پہنچا ہے اسے (بلا کم و کاست) تم تک پہنچاتا ہوں تاکہ جو شخص ہلاک (گمراہ) ہو تو بینہ و نہ ہان کے ساتھ ہو اور جو زندہ رہے (ہدایت حاصل کرے) تو وہ بھی دلیل و مدعان کے ساتھ، میں اس رسالہ میں جو کچھ پیش کرنا چاہتا ہوں اسے (ذیل میں) دو بابوں کے اندر پیش کرتا ہوں۔ (علیہ السلام)

کفر بالله العظيم و يقولون بالجبر و سقوط العبادات و غيرها من الاصول الفاسدة السخيفة

فاحذروا يا اخواني و احفظوا ايمانكم و ادبانكم من وساوس هؤلاء الشياطين و تسويلاتهم و اياكم ان تخذعوا من اطوارهم المتصنعة التي تعلقت قلوب الجاهلين فيها انا احذر مجملات مما تبين و ظهر لي من الاخبار المتواترة من اصول المذهب لنلا تضلوا بخدعهم و غرورهم و اتهم حجة ربكم عليكم و اودی ما وصل لي من مواليكم اليكم ليهلك من هلك عن بينة و يحيى من حی عن بينة و اتلو عليكم ما اردت ايراده في بابين.

الباب الاول

پہلا باب

فیما يتعلق باصول العقائد

اصول عقائد کے بیان میں

معرفت توحید کا بیان:

تمہیں معلوم ہونا چاہئے کہ تمہارے پروردگار نے اپنے وجود ذی بؤہ اور اپنی صفات جلال و جمال کی معرفت کا طریقہ کار اپنی کتاب (قرآن) میں تمہیں بتا دیا ہے۔ یعنی (اس مقصد کے حصول کی خاطر) زمین و آسمان اور خود تمہارے نفوس (الغرض انفس و آفاق) میں اس کی جو جو عجیب و غریب صنعتیں اور حکمتیں موجود ہیں ان میں غور و فکر کرنے کا تمہیں حکمت آمیز حکم دیا ہے، جب تم ان میں عقل صریح و سلیم کے ساتھ غور و فکر کرو گے تو تمہیں یقین کامل ہو جائے گا کہ اس کا رگاہ ہستی کا بنانے والا۔

تمہارا ایک پروردگار موجود ہے جو حکیم بھی ہے اور عظیم بھی، قادر بھی ہے اور قاہر بھی، اُس کے لیے ظلم کرنا

اعلموا ان ربکم سبحانہ قد علمکم فی کتابہ طریق العلم بوجودہ و صفاتہ فامرکم بالتدبر فیما اودع فی آفاق السموات و الارض و فی انفسکم من غرائب الصنع و بدائع الحکمة فاذا تأملتم و تفکرتم بصریح عقلکم ایقنتم ان لکم رباً حکماً قادراً قاهراً لا يجوز علیہ الظلم و

۱۔ معرفت الہی بدینی ہے یا نظری؟ یا کچھ بدینی ہے اور کچھ نظری؟ اقرب یہی آخری قول ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ خدائے رحمن کی استقدار جمالی معرفت تو بالکل بدینی اور فطری ہے کہ اس عالم کا کوئی صانع عظیم اور کوئی خالق حکیم ہے جس نے اس کائنات کو نہایت خوب و جو سے نوازا ہے ہاں البتہ اسکی پوری معرفت کہ وہ واحد لا شریک ہے۔ وہ جسم اور زمان و مکان سے منزہ ہے اور دنیا و آخرت میں نظر نہیں آتا وغیرہ وغیرہ یہ نظری ہے اور دلیل و برہان کا محتاج اور خدا کی سستی اور اسکی صفات کے اثبات کا طریقہ وہی صحیح ہے جس کا تذکرہ کارعلامہ نے فرمایا ہے کہ اثر کو دیکھ کر اسے موثر، مخلوق کو دیکھ کر اسے خالق اور مصنوع کو دیکھ کر اسے

اور فعل قبیح کا ارتکاب کرنا روا نہیں ہے، پھر تمہارے پروردگار نے (ازراہ لطف و کرم) تمہاری طرف ایک ایسا نبی بھیجا جس کی روشن نشانیوں اور کھلم کھلا معجزوں سے تائید و نصرت کی گئی ہے اور یہ بات عقل کی واضح شہادت سے ثابت ہے کہ خدائے حکیم کے لیے ہرگز جائز نہیں ہے۔ کہ وہ کسی غلط مدعی نبوت کے ہاتھ پر اس قسم کے معجزات ظاہر فرمائے۔ (لہذا ماننا پڑے گا کہ آپ برحق نبی ہیں) پس جب تمہیں نبی کی صداقت کا یقین ہو گیا اور ان کو خدا کا نبی تسلیم

الْقَبِيحَ ثُمَّ ان رَّبَّكُمْ بَعَثَ إِلَيْكُمْ
نَبِيًّا مُّوَيَّدًا بِالْأَيِّتِ الظَّاهِرَةِ
وَالْمُعْجَزَاتِ الْبَاهِرَةِ وَ يَشْهَدُ
بِدَيِّهِ الْعَقْلُ بِأَنَّهُ لَا يَجُوزُ عَلَى
اللَّهِ

ان یجری علی ید کاذب اشیاء
هذه المعجزات فاذا ايقنت بصدق

صانع پر استدلال کیا جائے اور کائنات میں پائی جانے والی عجیب و غریب قوتوں سے اسکے عظیم و حکیم ہونے پر استدلال کیا جائے۔ قرآن کریم انبیاء و مرسلین اور ائمہ طاہرین نے یہی طریقہ استعمال کیا ہے۔ (منہ غنی عنہ)

۱۔ منجملہ ان مسائل کے جن کو موجودہ دور میں بعض نام نہاد اہل علم نے اختلاف کی آماجگاہ بنا دیا ہے (اگرچہ وہ چودہ سو سال سے اخلاقی چلے آ رہے ہیں) ایک مسئلہ یہ بھی ہے کہ معجزہ کا حقیقی فاعل خدا ہے جسے وہ حسب ضرورت کسی نبی یا امام کے ہاتھوں پر ظاہر کرتا ہے؟ یا اس کے حقیقی فاعل نبی و امام ہیں؟ اور یہ معجزہ ان کے افعال اختیار یہ میں سے ہے؟ جو بات قرآن کریم، ارشادات معصومین، تحقیقات علماء متقدمین و متأخرین اور عقلی دلائل و براہین کی روشنی میں ثابت ہے وہ یہ ہے کہ معجزہ کا حقیقی فاعل خداوند عالم ہے، ہاں نبی و امام کی طرف اس کی نسبت مجازاً دی جاتی ہے کیونکہ اس کا ظہور ان کے ہاتھوں پر ہوتا ہے۔ یہاں اس موضوع پر دلائل و براہین پیش کرنے کی گنجائش نہیں ہے، اس سلسلہ میں ہماری کتاب ”اصول الشریعہ فی عقائد الشیعہ“ کا پانچواں باب ملاحظہ کیا جائے جس کے بعد ہر قسم کے قیل و قال کا خاتمہ ہو جاتا ہے۔ یہاں صرف یہ بتانا مقصود ہے کہ سرکارِ علامہ مجلسی علیہ الرحمۃ کے نزدیک یہی بات درست ہے کہ معجزہ کا فاعل حقیقی خدا ہے جسے وہ بوقت ضرورت اپنے نمائندہ (نبی و امام) کے مقدس ہاتھوں پر ظاہر فرماتا ہے، اس سے زیادہ صراحت کے ساتھ علامہ موصوف نے ”بہار الانوار“ میں وضاحت فرمائی ہے، فرماتے ہیں۔

”من اعتقد ان المعجزات و الکرامات من فعل النبی و الامام فلیس فی کفرہ رب و لا شک“ ”یعنی جو شخص یہ اعتقاد رکھتا ہے کہ معجزہ نبی و امام کا فعل ہے اس کے کفر میں کوئی شک و شبہ نہیں ہے۔“ (علیٰ ما نقلہ عنہ فی ”سبل النجاة فی اصول الاعتقادات“ طبع ایران ص ۴۱ ان فی هذا لبلاغاً لقوم یعقلون۔) (منہ غنی عنہ)

النبي و اعتقدت به يلزمك ان
تبعه و تعتقد انه صادق في كل
ما يخبرك به في اصول
الدين و فروعہ فمما ثبت في
الدين بالآيات و الاخبار
المواتره هو انه واحد لا
شريك له في ملكه و
لا يجوز عبادة غيره و لم
يسمع في خلق العالم باحد
غيره و انه احدى الذات ليس
له اجزاء خارجية و لا وهمية و
لا عقلية و انه احدى المعنى ليس
له صفات زائدة بل صفاته عين
ذاته و انه ازلي لا انتهاء لوجوده
في جانب الاول ابدى يمتنع الفناء
عليه ازلاً و ابداً و انه ليس بجسم
و لا جسماني و لا زماني و لا مكاني
و انه حي بلا حياة زائدة و بلا
كيفية و مرید بلا خطوط بال و لا

بھی کر لیا تو اب تم پر لازم ہے کہ ان کی اتباع و پیروی
بھی کرو اور یہ عقیدہ رکھو کہ انھوں نے دین کے
اصول و فروع کے سلسلہ میں جو کچھ بیان فرمایا ہے
وہ اس میں صادق ہیں اور مجملہ ان امور کے جو
آیات (قرآنیہ) اور اخبار متواترہ سے ثابت ہیں
ایک یہ ہے کہ خدا تعالیٰ (ذات و صفات اور افعال و
عبادات میں) واحد و یکتا ہے اس کے ملک و ملکوت
میں اس کا کوئی شریک و سہم نہیں ہے (وہی معبود
برحق ہے) اس کے سوا اور کسی چیز کی عبادت جائز
نہیں ہے، اُس نے اس عالم کو پیدا کرنے میں اور
کسی ذات سے کبھی امداد و اعانت طلب نہیں کی۔ وہ
ذات میں ایسا واحد و یگانہ ہے کہ نہ اس کے اجزائے
خارجی ہیں (از قسم ہاتھ پاؤں وغیرہ) نہ وہی ہیں
اور نہ عقلی (از قسم جنس و فصل وغیرہ) اور وہ معنی اور
صفات میں بھی واحد ہے یعنی وہ زائد بر ذات
صفات نہیں رکھتا بلکہ اس کے صفات عین ذات
ہیں۔ (اس امر کی وضاحت بعد ازیں کی جائے
گی۔) وہ ازلی و ابدی ہے، یعنی وہ ایسا اول ہے کہ
اس کی کوئی ابتدا نہیں اور ایسا آخر ہے کہ جس کے
لیے فنا نہیں ہے، وہ نہ جسم ہے اور نہ جسمانی نہ زمانی
ہے اور نہ مکانی (یعنی وہ جسم و زمان اور مکان کا محتاج
نہیں ہے) وہ زندہ ہے مگر اس کی حیوة زائد بر ذات
نہیں، وہ صاحب ارادہ ہے مگر ول کی سوچ بچار سے

نہیں، وہ قائل مختار ہے یعنی اپنے افعال میں مجبور و مقہور نہیں، وہ ایسا قادر مطلق ہے کہ اگر اس عالم جیسے ہزار ہا عالم بلا مادہ و مدت پیدا کرنا چاہے تو (پنجم زدن میں) پیدا کر سکتا ہے، ایسا نہیں جیسا کہ حکماء خیال کرتے ہیں کہ اجسام کی خلقت قدیم مادہ اور اس کی استعداد کے بغیر نہیں ہو سکتی۔ نیز وہ خدائے علیم کھیات و جزئیات الغرض تمام اشیاء کا عالم ہے اور اس کا ماکان (گزشتہ) اور مایکون (آئندہ) کے متعلق علم ایک جیسا ہے۔ (خلقت اشیاء سے پہلے اسے جو علم ہوتا ہے) ان کے وجود میں آ جانے کے بعد اس کے علم میں کسی قسم کا کوئی تغیر و تبدل پیدا نہیں ہوتا اور زمین و آسمان میں (غرضیکہ پوری کائنات میں) ایک ذرہ بھی اس کے علم سے پوشیدہ نہیں ہے، ایسا نہیں جیسا کہ حکماء کا خیال ہے کہ اس کو جزئیات کا علم نہیں ہے، یہ اعتقاد رکھنا کفر ہے۔ باقی رہی یہ بات کہ (بناء بر اصطلاح منطقی؟) اس کا علم حضوری ہے یا حصولی؟ اس کی کیفیت میں غور و فکر کرنا ضروری نہیں ہے بلکہ جائز ہی نہیں ہے اسی طرح اس کی دوسری صفات کی کیفیات میں اس مقدار سے جو سرکار محمد و آل محمد علیہم السلام نے بیان کر دی ہے زیادہ غور و خوض کرنا جائز نہیں ہے کیونکہ صفات میں غور و فکر کرنے کی بازگشت خدا کی ذات میں فکر کرنے کی طرف ہوتی ہے جس میں فکر کرنے

روية و انه يفعل با الاختيار و هو غير مجبور في افعاله و انه على كل شئ قدير و انه لو اراد خلق الآف امثال هذا العالم لخلقها بلا مادة ولا مدة لا على ما يزعمه الحكيم انه لا يكون خلق الاجسام الا بمادة قديمة و استعداد و انه عالم بجميع الاشياء جزئياتها و کلیاتها و ان علمه بما كان و بما يكون على نهج واحد و لا يتغير علمه بالشئ بعد ايجاده

و انه لا يغرب عن علمه مثقال ذرة في الارض و لا في السماء لا على ما يزعمه الحكيم انه لا يعلم الجزئیات و القول به كفرو لا يلزم بل لا يجوز التفكير في كيفية علمه انه حضوری او حصولی و لا فی سائر صفاته اکثر مما تردوا و بیوا لافانه یرفع الی التفكير فی ذاته تعالیٰ و قد نهينا عن التفكير

فی اخبار کلیرۃ

کی کثیر اخبار میں ہمیں ممانعت کی گئی ہے۔
تکلیف شرعی کا بیان:

و الله تعالى لا يفعل شيئا الا

خالق حکیم جو کام کرتا ہے وہ کسی نہ کسی حکمت و

۱۔ چنانچہ اصول کافی وغیرہ میں اس مضمون کی بکثرت حکیمانہ روایات مروی ہیں کہ تکلّموا فی خلقی اللّٰہ ولا تکلّموا الی اللّٰہ فان الکلام فی اللّٰہ لا یزداد صاحبه الا تحیراً خدا کی مخلوق میں کلام کرو مگر خدا کی ذات و ماہیت کے متعلق کلام نہ کرو کیونکہ اس سلسلہ میں کلام کرنے سے تحیر و تردد میں اضافہ کے سوا کچھ حاصل نہیں ہوتا۔ صادق آل محمد علیہ السلام فرماتے ہیں: اذا انتہی الکلام الی اللّٰہ فامسکوا جب سلسلہ کلام خدا تک پہنچ جائے تو خاموش ہو جاؤ کیونکہ خالق کی کلمہ حقیقت تک رسائی حاصل کرنا کسی بھی مخلوق کے لیے ممکن نہیں ہے۔

تو اس در بلاغت بہ سجاں رسید ہوتا در عجبہ بچوں سجاں رسید یہ وہ مشکل مقام ہے جہاں انبیاء و مرسلین، ملائکہ مقربین اور ائمہ طاہرین یہ کہہ کر اپنے بجز کا اقرار کرتے ہوئے نظر آتے ہیں: سبحانک ما عرفناک حق معرفتک سبحان من لا یعلم ما حولہ الا هو نعم ما قبل۔

اے برتر از خیال و قیاس و گماں و وہم ہذا و زہر چہ گفتہ اندو شنیدم : خواندہ ایم دفتر تمام گشت : ہ پایاں رسید عمر ہما مانچنان در ازل وصف تو ماندہ ایم یہی وجہ ہے کہ شریعت مقدسہ اسلام میں ہمیں اس کی اصلیت و ماہیت معلوم کرنے کی تکلیف ہی نہیں دی گئی بلکہ خالق کائنات کے متعلق صرف اس قدر اجمالی عقیدہ رکھنا کافی ہے کہ وہ واجب الوجود ہے کائنات کا خالق و مالک ہے وہ ہر صفت کمال سے متصف اور ہر صفت نقص سے منزہ ہے اور ذات و صفات اور افعال و عبادت میں واحد و یگانہ ہے ایسے کلمہ شنیء۔ الغرض اس سلسلہ میں سورہ توحید کا سمجھ کر پڑھ لینا اور اس پر ایمان رکھنا کافی ہے اس سے زیادہ موشگافیاں کرنے کی ضرورت نہیں ہے چنانچہ امام رضا علیہ السلام سے مروی ہے: من قرأ قل ھو اللّٰہ أحد و امن بها فقد عرف التوحید۔ جو شخص سمجھ کر سورہ قل ہو اللّٰہ احد پڑھ لے اور اس (کے مطلب) پر ایمان لائے اس نے توحید کی معرفت حاصل کر لی (عیون اخبار الزہا) خلاصہ یہ کہ یہ اقرار کرنا کہ لا الہ غیرہ ولا شہیدہ ولا نظیرہ و انہ قدیم مثبت موجود غیر فقید و انہ لیس کلمہ شنیء یہ ہے معرفت پروردگار کا کمترین درجہ جو ایک عام انسان کے اسلام کے لیے کافی ہے ("بحار الانوار" جلد ۲ توحید صدوق) (منہ فنی عنہ)

مصلحت کے ماتحت کرتا ہے وہ کسی مخلوق پر بھی ظلم و زیادتی نہیں کرتا اور نہ ہی کسی کو طاقت برداشت سے زیادہ تکلیف دیتا ہے، اس نے اپنے بندوں کو تکالیف شرعیہ کا جو سنگت بنایا ہے تو اس سے ان کو فائدہ پہنچانا مقصود ہے۔

انسان کے فاعل مختار ہونے کا بیان:

خدا نے بندوں کو کام کرنے اور نہ کرنے میں فاعل مختار بنایا ہے دین میں نہ تو محض جبر ہے اور نہ محض تفویض اور داگڈاری ہے بلکہ اصل حقیقت ان دونوں کے بین بین ہے، پس یہ کہنا کہ بندے اپنے افعال میں محض مجبور ہیں (سب کچھ خدا کرتا کرتا ہے) اس سے خدا کا ظالم ہونا لازم آتا ہے (کہ خدا خود بندے سے بڑے کام کر دیتا ہے اور پھر اسے سزا دیتا ہے) اور یہ خدا کے لیے محال ہے اسی طرح یہ کہنا کہ خدا کو بندوں کے افعال میں ہرگز کوئی دخل نہیں، یہ بھی کفر ہے۔

توفیق و خدا لان کا بیان:

بلکہ حق یہ ہے کہ خدا کو کار خیر کی توفیق دینے یا اس کے سلب کر لینے والا دخل ضرور حاصل ہے شرعی اصطلاح میں (اس توفیق دینے کو "احداہ" اور سلب

لحکمة و مصلحة و انه لا یظلم احدا و لا یكلف احدا مالا یطيقہ و انه کلف العباد لمصالحہم و منافعہم و لہم الاختیار فی الفعل والترك

و انه لا جبر و لا تفویض۔ بل امر بین الامرین فالقول بان العباد مجبورون فی افعالہم يستلزم الظلم و هو علی اللہ تعالیٰ محال والقول بان لامدخل للہ تعالیٰ مطلقاً فی اعمال العباد کفر

بل للہ تعالیٰ مدخل بالہدایات و التوفیقات و ترکہما و هو المعبر عنه فی

لے شرعی او امر و احکام میں مکلفین کیلئے کیا کیا فوائد و عوائد پوشیدہ ہیں اور نوائی و منافی میں کیا کیا مضرات و نقصانات مضمّن ہیں، ان کا ایک شہہ ہماری طباعت شدہ مفصل و مدلل فقہی کتاب "توانین الشریعہ فی فقہ الجعفریہ" کے اندر بیان کر دیا گیا ہے اسکی طرف رجوع کیا جائے۔ (منہ غنی عنہ)

توفیق کو "اضلال" کہا جاتا ہے، (یہدی من یشاء و یضل من یشاء) لیکن خدا کے اس ہدایت و توفیق دینے یا اس کے سلب کرنے سے انسان مجبور نہیں ہو جاتا جیسے ایک آقا اپنے غلام کو کوئی کام کرنے کا حکم دے اور اس کی بجا آوری پر انعام دینے کا وعدہ اور نہ کرنے پر سزا کی دھمکی دے اور وہ کام جس طرح انجام دینا ہے اسے سمجھا بھی دے اور اسی مقدار پر اکثفا کرے اور غلام وہ کام انجام نہ دے تو عتلاء روزگار اس کی سزا دی کو قہقہ اور غلط نہیں سمجھتے۔

لیکن اگر وہ آقا اس کام کی انجام دہی کو مختلف تاکیدوں، تنہیدوں، لطف فرمائشوں اور کرم فرمائشوں سے موکدہ کر دے اور مزید برآں اپنا ایک نمائندہ بھی اس پر مقرر کر دے جو اسے مجبور تو نہ کرے (مگر یاد دہانی برابر کرتا رہے) ان حالات میں اگر وہ شخص اس کام کو انجام دیدے تو عقلمند لوگ جانتے ہیں کہ ایسا کرنے سے وہ شخص اس کام کے کرنے پر مجبور نہیں ہو جاتا (ہاں البتہ اسے یہ کام انجام دینے میں سہولت ضرور ہو جاتی ہے اور ایسا نہ کرنے کی صورت میں اس کام کی انجام دہی میں وہ سہولت نہیں ہوتی) اتنی مقدار پر اخبار و آثار ضرور دلالت کرتے ہیں۔ (اور یہی صحیح مفہوم ہے بل الامر بین الامرین کا۔ واللہ اعلم)

عرف الشرع بالاضلال و لكن بملك الهدایات لا یصر العبد مجبوراً بالفعل و لا یشركهما فی الترك كما اذا كلف السيد عبده بتكليف و اوعده علی تركه عقابه و قهقه ذالك فاذا اكتفى بهذا ولم يفعل العبد لا یعد العقلاء عقابه قیحا

و لو اكد السيد هذا التكليف بتاكيدات و تنهیدات و ملاطفات و وکل علیہ مؤثلاً و محضلاً لا یجبره علیہ ففعل یعلم العقلاء انه لم یصر مجبوراً بذالك علی الفعل و هذا القدر من الواسطة مما دلّت علیہ الاخبار

قضاء و قدر کا اجمالی بیان:

تھمارے لیے قضاء و قدر کے شبہات میں غور و
خوض کرنا جائز نہیں ہے کیونکہ (حکماء اسلام
یعنی) ائمہ طاہرین علیہم السلام نے ان میں غور و خوض
کرنے کی ہمیں ممانعت فرمائی ہے اس لیے کہ ان
میں ایسے ایسے قوی شبہے موجود ہیں جن کے حل
کرنے سے اکثر لوگوں کی عقلیں عاجز ہیں بلکہ بہت
سے علماء ان کی وجہ سے گمراہ ہو گئے ہیں لہذا ہرگز ان
کی گہرائی میں جانے کی کوشش نہ کریں کیونکہ ان میں
غور و فکر کرنے سے سوائے ضلالت و جہالت میں
اضافہ و ازدیاد کے اور کچھ حاصل نہیں ہوتا کیونکہ

خ کس نکشود و نکشاید بحکمت ایں معمارا

انبیاء پر ایمان رکھنے کا بیان:

پھر یہ بھی واجب ہے کہ تمام انبیاء و مرسلین کی
نبوت و رسالت اور ان کی عصمت و طہارت پر ایمان

و ليس لك التفكر في شبه

القضا و القدر و الخوض فيها فان

الانفة قد نهونا عن التفكر فيهما

فان فيهما شبهة قوية يعجز عنها

عقول اكثر الناس عن حلها و قد

ضل فيها كثير من العلماء فاياك

والتفكر و التعمق فيهما فانه لا

يفيدك الاضلالاً ولا يزيدك الا

جهلاً

ثم يجب ان تؤمن بحقية جميع

الانبياء والمرسلين مجملأ و

عصمتهم و طهارتهم و انكار

۱۔ ارباب عقل و علم پر غفی نہیں ہے کہ قضاء و قدر کا مسئلہ ان مشکل عقائد و مسائل میں سے ہے کہ جن
کی اصل حقیقت تک رسائی راخون فی العلم کے سوا باقی لوگوں کے لئے ممکن نہیں ہے یہی وجہ ہے کہ جن
لوگوں نے اپنے عقول ناقصہ پر اعتماد کر کے اس گرہ کو کھولنا چاہا وہ افراط و تفریط کا شکار ہو کر گمراہ ہو گئے
یہی وجہ ہے کہ حکماء رہائشین نے اس نازک مسئلہ میں زیادہ غور و خوض کرنے کی ممانعت کی ہے چنانچہ
جب حضرت امیر علیہ السلام سے قضاء و قدر کے بارے میں سوال کیا گیا تو فرمایا بحر عمیق فلا تلجہ۔ یہ گہرا
سمندر ہے ہمیں داخل نہ ہو (کتاب توحید) ہاں جو حضرات اس نازک موضوع کی کچھ تفصیلات معلوم
کرنا چاہتے ہیں وہ ہماری کتاب احسن الفوائد فی شرح العقائد کی طرف رجوع کریں (منہ غفی عند)

رکھا جائے اور ان کی نبوت کا انکار کرنا، ان کو گالی دینا اور ان کا تمسخر اڑانا یا کوئی ایسی بات کرنا جس سے ان کی قدر و منزلت میں فرق پڑتا ہو یا ان کی عزت و عظمت کو ہٹا لگتا ہو کفر ہے۔ ان میں سے جو ہستیاں مشہور ہیں جیسے جناب آدم، نوح، موسیٰ، عیسیٰ، داؤد، سلیمان اور وہ سب جن کا خدا نے قرآن مجید میں صراحتاً ذکر کیا ہے (جیسے حضرت ابراہیم، اسماعیل، اسحاق اور یسٰ، الیاس وغیرہم) ان پر اور ان کی کتابوں پر خصوصاً ایمان رکھنا واجب ہے اور جو شخص ان میں سے کسی ایک کا انکار کرے وہ ایسا ہے کہ گویا اس نے سب کا انکار کر دیا ہے۔

قرآن پر ایمان رکھنے کا بیان:

اور واجب ہے کہ قرآن مجید کی حقانیت اور جو کچھ اس میں ہے اس پر اجماعاً اعتقاد رکھا جائے اور یہ کہ وہ خدا کا نازل کردہ ہے اور پیغمبر اسلام کا معجزہ (خالدہ) ہے اس کا انکار کرنا یا اس کو خفیف سمجھنا کفر ہے اسی طرح وہ کام جو قہر آس کی سبکی کا باعث ہو جیسے بلا ضرورت اسے جلا نا یا اسے گندگی میں پھینکنا (یہ بھی کفر ہے) لیکن وہ کام جو بہر حال سبکی کو مستلزم نہیں جیسے اس کی طرف پاؤں دراز کرنا (تو یہ ارادہ پر منحصر ہے) اگر اس سے قصد قرآن کی اہانت ہو تو کفر ہے ورنہ نہیں، اسی طرح کعب کی تعظیم واجب ہے اور اس کو خفیف سمجھنا کفر ہے جیسے بحالت اختیاری اس میں پیشاب و پاخانہ کرنا (العیاذ باللہ) یا کوئی

لبوتہم او سنبہم او الا استہزاء بہم
او قول ما یوجب الازراء بشانہم
کفروا اما المشہورون منہم کآدم و
نوح و موسیٰ و عیسیٰ و داؤد و
سلیمان و سائر من ذکر اللہ تعالیٰ
فی القرآن فیجب ان تؤمن بہم علی
الخصوص و بکتہم و من انکر
واحداً منہم فقد انکر الجمیع و
کفر بما انزل اللہ

و یجب ان تؤمن بحقیقۃ القرآن
و مافیہ مجملأً و کونہ منزلاً من
عند اللہ تعالیٰ و کونہ معجزاً و
انکارہ والاستخفاف بہ کحرقہ بلا
ضرورۃ و القاہ فی القاذورات کفر
واما مالا یستلزم ذالک کمد
الرجل نحوہ فان قصد الاستخفاف
بہ کفرو الا فلا و کذا یجب تعظیم
الکعبۃ و الا استخفاف بہا کفر
کالحدث فیہا اختیاراً او قول ما
یوجب الا ہانۃ بہا و کذا کتب

احادیث النبی والائمة علیہم السلام و بعضها یخرج عن دین الامامية

ایسی بات کرنا جو اس کی توہین کا باعث ہو، اسی طرح پیغمبر اسلام اور ائمہ علیہم السلام کی کتب احادیث کی تعظیم بھی ضروری ہے۔ مذکورہ بالا امور میں سے کچھ کا ارتکاب آدمی کو مذہب امامیہ سے خارج کر دیتا ہے۔

ملائکہ پر ایمان کا بیان:

اسی طرح ملائکہ کے وجود اور ان سب کے یا بعض کے جسم لطیف رکھنے، نیز ان کے پر ہ بال رکھنے اور ان کے (آسمانوں پر) چڑھنے اور اترنے پر اعتقاد رکھنا واجب ہے اور ان میں سے جو مشہور ہیں جیسے جناب جبرائیل، میکائیل، اسرافیل اور عزرائیل علیہم السلام، ان کا انکار کرنا یا ملائکہ کے جسمانی ہونے کا انکار کرنا کفر ہے، نیز ان کی تعظیم و تکریم واجب ہے اور ان کو خفیف و حقیر سمجھنا، ان کو گالی دینا یا کوئی ایسی بات کرنا جو ان کی توہین کا باعث ہو کفر ہے۔ اسی طرح جو ان کی عبادت کرنا اور غیر خدا کا بقصد عبادت سجدہ کرنا کفر ہے۔

و کذا یجب الاعتقاد بوجود الملائكة و كونهم اجساماً لطيفة او بعضهم و ان لبعضهم اجنحة و لهم صعود و نزول و انکار المشاهیر منهم کجبرئیل و میکائیل و اسرافیل و عزرائیل علیہم السلام و انکار جسمیتهم کفرو یجب تعظیمهم والاستخفاف بهم و سبهم و قول ما یوجب الازراء بهم کفرو کذا عبادة الضم و السجود لغير الله تعالى مطلقاً بقصد العبادة کفرو

۱۔ اور اگر بقصد عبادت نہ ہو بلکہ بقصد تعظیم ہو تو یہ بھی گوارام ہے مگر کفر نہیں ہے بلکہ موجب فسق ہے۔ (ملاحظہ ہو حیات القلوب جلد ۱ ص ۳۶ طبع نوگلشور) بعض کج فہم لوگ ملائکہ اور والدین یوسف کے سجدوں سے سجدہ تعظیسی کے جواز پر استدلال کیا کرتے ہیں جو سراسر غلط ہے۔ روایات اہلبیت سے واضح ہے کہ ملائکہ نے جناب آدم کو قبلہ سجھ کر خدا کو سجدہ کیا تھا۔ (ملاحظہ ہو "احتجاج طبری" و "حیات القلوب" وغیرہ) اور بنا پر تسلیم اس کہ وہ سجدہ تعظیسی تھا پھر بھی اس سے امت محمدیہ میں اس کا جواز ثابت نہیں ہو سکتا ہے کیونکہ امت مرحومہ میں یہ جواز منسوخ ہو گیا ہے، جیسا کہ علامہ حارثی نے اپنی تفسیر "الوامع الشریع" جلد ۱ ص ۱۸۹ پر صراحت فرمائی ہے باقی تفصیلات معلوم کرنے کے خواہش مند حضرات ہماری کتاب "حسن الفوائد فی شرح العقائد" باب ۳۲ کی طرف رجوع فرمائیں۔ (منہ عفی عنہ)

حلول اور اتحاد کا بطلان:

یہ عقیدہ رکھنا کہ خدا کسی چیز میں حلول کرتا ہے جیسا کہ بعض صوفی اور غالی کہتے ہیں، یا کسی کے ساتھ متحد ہو جاتا ہے جیسا کہ بعض صوفیوں کا خیال ہے۔ یا یہ اعتقاد رکھنا کہ خدا کی بیوی یا اولاد یا کوئی شریک ہے جیسا کہ نصاریٰ کہتے ہیں، یا یہ عقیدہ رکھنا کہ خدا جسم رکھتا ہے، یا اس کا کوئی مکان ہے جیسے عرش وغیرہ یا اس کی کوئی صورت ہے، یا اس کا کوئی جزء یا عضو ہے یہ سراسر کفر و شرک ہے۔

رُؤیتِ باری تعالیٰ کے متعلق عقیدہ:

نیز یہ بھی جاننا چاہیے کہ خدا کو ان ظاہری آنکھوں سے دُنیا و آخرت میں دیکھنا محال ہے اور اس سلسلہ میں جو بعض (متشابہ آیات روایات) وارد ہیں ان کی تاویل کی گئی ہے۔ خدا کے تعالیٰ کی ذات و صفات کی حقیقت واقعہ تک انسانی عقل و خرد کی رسائی ممکن نہیں ہے۔

و القول بحلوله فی غیرہ کما قاله بعض الصوفیة و ان له تعالى صاحبة او ولداً او شریکاً کما قاله النصاری و انه تعالى جسم او ان له مکاناً کالعرش وغیرہ او ان له صورة او جزء او عضواً فکل ذالک کفرو اعلم انه

لا یسکن رؤیتہ تعالیٰ بالبصر لا فی الدنیا و لا فی الآخرۃ و ماورد فی ذلک مژول و انه لا یسکن الوصول الی کنه ذاته او صفاته

۱۔ جیسا کہ اسی رسالہ کے ص ۳۲ ص ۳۳ ص ۳۴ کے حاشیہ پر اس بات کی وضاحت کی جا چکی ہے۔

(منہ عفی عنہ)

۲۔ اس موضوع کی جملہ تفصیلات "احسن الفوائد فی شرح العقائد" میں دیکھی جاسکتی ہیں (منہ عفی عنہ)

۳۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ اُس کی صفات چونکہ عین ذات ہیں اور قبل ازیں واضح کیا جا چکا ہے کہ خداوند عالم کی لائق حقیقت تک انسانی عقل و فکر کی رسائی ناممکن ہے اور اس میں زیادہ غور و فکر کرنا جائز نہیں ہے۔ اس کا لازمی نتیجہ یہ ہے کہ اُس کی صفات کی اصل حقیقت تک بھی رسائی ممکن نہیں ہے اور نہ ہی اس سلسلہ میں زیادہ غور و فکر کرنا جائز ہے۔ (منہ عفی عنہ)

تعطیل کا بطلان:

خدا کو معطل ماننا اور اس سے تمام صفات کی نفی کرنا باطل ہے جیسا کہ (وجود کو) مشترک لفظی ماننے والوں پر یہ بات لازم آتی ہے۔

صفات خداوندی پر ایمان کا بیان:

خداوند عالم کے لیے اس طرح صفات ثابت کرنا واجب ہے کہ اس سے اس کی ذات میں کوئی نقص لازم نہ آئے مثلاً تم یہ تو کہو کہ وہ عالم ہے مگر اس کا علم عام مخلوق کے علم جیسا نہیں ہے کہ حادث ہو یا اس کا زائل ہوتا ممکن ہو یا (معلوم کی) صورت (عالم کے ذہن میں) پیدا ہو یا کسی آلہ کا محتاج ہو، یا کسی علت کا معلول ہو خاصہ یہ کہ اس کے لیے صفت علم تو ثابت کرو مگر اس کے ساتھ ساتھ ہم میں جو نقص پائے جاتے ہیں ان کی نفی کرو اور اس صفت کی اصل حقیقت معلوم کرنے کی کوشش نہ کرو۔ اسی طرح یہ تو کہو کہ وہ ہر ممکن بات پر قدرت کاملہ رکھتا ہے مگر یہ قدرت ہم میں زائد بر ذات حادث ہے اور آلات و اسباب کی محتاج ہوتی ہے، پس ان تمام عوارض کی نفی کر کے کہو کہ وہ بلا صفت زائدہ، حادثہ اور بلا آلہ و سبب قادر مطلق ہے یعنی اس کی بسیط ذات پاک ہر شے کو وجود دینے پر قادر ہے، اسی طرح یہ بیشک کہو کہ وہ مرید (صاحب ارادہ) ہے۔ لیکن ہمارا ارادہ چند

او ان التعطیل و نفی جمیع صفاته عنه باطل کما یلزم علی الفالین بالاشتراك اللفظی

بل یجب اثبات صفاته تعالیٰ علی وجه لا يتضمن نقصاً کما تقول انه عالم لکن لا کعلم المخلوقین بان یکون حادثاً او یسکن زواله او یکون بحدوث صورة او بالآلة او معلولاً بعلّة فاثبت له تعالیٰ الصفة و نفیت عنه ما یقارنها فینا من صفات النقص و لا تعلمها بکنه حقیقتها و تقول انه تعالیٰ قادر علی کل ممکن و القدرة فینا صفة زائدة حادثه و آلات و ادوات فتفی عنه تلك الامور فتقول قادر بذاته بلا صفة زائدة و لا کیفیة حادثه و بلا آلة فذاته البسیط

امور کا حامل ہوتا ہے

(۱) اس کام کا تصور جس کا ارادہ ہے۔

(۲) اس کے فائدہ کا تصور

(۳) اس فائدہ کے حاصل ہونے اور اس کام پر اس

کے مترتب ہونے کی تصدیق۔

(۴) پھر یہ ارادہ برابر بڑھتا رہتا ہے یہاں تک کہ

عزم (بالجزم) کی شکل اختیار کر لیتا ہے۔

(۵) جس سے نفس میں (اس کام کے کرنے کا) ایسا

شوق و ذوق پیدا ہو جاتا ہے جو اعضاء و جوارح کو

حرکت میں لاتا ہے یہاں تک کہ وہ فعل ہم سے صادر

ہوتا ہے مگر خدا کا ارادہ (اس طرح نہیں ہے بلکہ)

کسی چیز اور اس میں جو حکمت پوشیدہ ہے علم ذاتی

قدیم سے اس کے معلوم کرنے اور جب اس کو عالم

وجود میں لانے میں مصلحت ہو تو اس کو وجود دینے کا

نام ارادہ ہے پس بتائیں ارادہ ایزدی یا تو صرف کسی

چیز کو وجود دینے کا نام ہے جیسا کہ اخبار اہلبیت میں

وارد ہے (کہ ارادۃ الہی صفات فعل میں سے ہے۔)

یا علم بالاصلاح کا نام ہے جیسا کہ متکلمین کا نظریہ ہے اسی

طرح یہ تو کہو کہ وہ سمیع و بصیر ہے مگر سماعت اور

بصارت کا کمال ہم میں یہ ہے کہ مسموعات (جو باتیں

کانوں سے سنی جاتی ہیں) اور مبصرات (جو چیزیں

آنکھوں سے دیکھی جاتی ہیں) کا علم حاصل ہو باقی

رہی یہ بات کہ ہم کان سے سنتے اور آنکھ سے دیکھتے

کافیۃ فی ایجاد کل شیء و تقول

تعالیٰ مرید و الارادة فیما تضمن

اموراً من التصور لذلك الفعل و

تصور منفعة و التصديق بحصولها

و ترتبها عليه مع تردد غالباً حتی

ینتهي الى العزم فینبعث فی النفس

شوق یوجب تحریک العضلات و

الادوات حتی یصدر منا ذالک

الفعل و ارادته تعالیٰ لیست الا علمه

القدیم الذاتی بالشئی و بما فیہ من

المصلحة ثم ایجادہ فی زمان تكون

المصلحة فی ایجادہ فالارادة اما

ایجاد للشیئی کما و رد فی الاخبار

او علمہ بکونہ اصلاح کما قالہ

المتکلمون و کذا القول انه سمیع

و بصیر و ما ہو کمال فیما من

السمع و البصر هو العلم

بالمسموعات والمبصرات و اما

کونھما بالنی السمع و البصر مع
سائر شرائطھما فانما هو عجزنا و
احتیاجنا الی الآلات و اما فیہ فلیس
الاعلمہ بالمسموعات و المبصرات
ابدأ بذاتہ البسیطة من غیر حدوث
صورة و الة و اشتراط و جود
ذلک الشئی فانھا صفات النقص و
کذا تقول انه حی و الحیوة فینا انما
هو صفة زائدة بقضی الحس و
الحركة و فیہ تعالیٰ ثابت علی وجه
لا يتضمن النقص فانه حی بذاتہ لانه
یصدر منه الافعال و یعلم جمیع
الامور فذاتہ البسیطة تقوم
مقام الصفات و الآلات فیما
هو کمال فی الحیوة من کونه
صدر کا ثابتا له تعالیٰ و ما هو
نقص من الاحتیاج الی کیفیات
و الآلات منقہ عنه و کذا تقول

ہیں اور وہ بھی اس وقت جب کہ دیکھنے اور سُننے کے
شرائط موجود ہوں (مثلاً دیکھنے میں ایک شرط یہ ہے
کہ وہ چیز کسی جہت میں ہو، دوسرے یہ کہ اس کے
لیے خارجی روشنی موجود ہو، تیسری یہ کہ جب بصر سے
دور نہ ہو چوتھے یہ کہ وہ چیز جسم رکھتی ہو وغیرہ وغیرہ۔
تو یہ اس لیے ہے کہ ہم آلات و اسباب کے محتاج ہیں
مگر خدا کے سمیع و بصیر ہونے کا مطلب بجز اسکے اور
کوئی نہیں ہے کہ وہ تمام مسموعات اور مبصرات کا ذاتی
علم رکھتا ہے بغیر اس کے کہ اس کی ذات میں اس چیز
کی کوئی صورت پیدا ہو یا وہ کسی آلہ کا محتاج ہو اور وہ
چیز خارج میں موجود ہو (لان علمہ قبل الخلق
کعلمہ بعد الخلق) کیونکہ یہ امور نقص و عیب کی
علامت ہیں (جس سے اس کی ذات منزہ ہے) اس
طرح تم یہ تو کہو کہ وہ حی (زندہ) ہے مگر ہم میں حیات
ایک صفت زائد بر ذات ہے جو جس و حرکت کا تقاضا
کرتی ہے مگر خدا میں یہ صفت اس طرح ثابت ہے
کہ اس سے کوئی نقص لازم نہیں آتا یعنی وہ بالذات
زندہ ہے کیونکہ اس سے مختلف افعال و اعمال کا صدور
ہوتا ہے اور وہ تمام امور و اشیاء کو جانتا ہے۔ (اور یہ
اس کی حیات و زندگی کی ناقابل رد دلیل ہے۔ خلاصہ
کلام یہ ہے کہ ہم میں تو مختلف خارجی آلات و
اسباب کی ضرورت ہوتی ہے مگر وہاں صرف اس کی
بسیط ذات ان سب کے قائم مقام ہے پس جو چیز کسی

انه متكلم و الكلام فينا انما
 يكون بآلات و ادوات و
 كلامه تعالى ايجاده الاصوات
 في اى شئ اراد والقاء الكلام في
 نفس ملك او نبي او غير
 ذلك فلا يقوم به و لا يحتاج
 في ذلك الى آلة و هو حادث
 و هو من صفات فعله و ما هو
 كمال ذاتي من ذلك فهو
 قدرته تعالى على ايجاد الكلام او
 علمه بمدلولاته و هما قديمان من
 صفاته الذاتية غير زائدة على ذاته
 تعالى و هكذا في جميع صفاته فلا
 تنف عنه تعالى الصفة و لا تثبت له
 ما يوجب نقصاً و عجزاً
 ثم اعلم انه صادق لا يجوز

ہستی کی خلیق کا کمال ہے یعنی مدرک اور عالم ہونا وہ
 اس کے لیے ثابت ہے اور جو چیز باعث نقص ہے
 یعنی آلات و کیفیات کا محتاج ہونا وہ اس سے مبرا
 ہے۔ اسی طرح تم یہ تو کہو کہ خدا متکلم ہے مگر جب ہم
 کلام کرتے ہیں تو اسباب و آلات (زبان، منہ
 وغیرہ) کے محتاج ہوتے ہیں لیکن خدا کے کلام کرنے
 کا مطلب صرف یہ ہے کہ وہ جس چیز میں چاہے کلام
 (یعنی حروف اور آواز) پیدا کر دیتا ہے یا فرشتہ اور نبی
 کے نفس میں کلام القا کر دیتا ہے۔ پس یہ کلام نہ تو خدا
 کی ذات کے ساتھ قائم ہے اور نہ ہی اس سلسلہ میں
 وہ کسی آلہ و سبب وغیرہ کا محتاج ہے، یہ صفت (کلام)
 حادث ہے (نہ قدیم) نیز یہ صفات فعل میں سے ہے
 (نہ صفات ذات سے الغرض اس سلسلہ میں جو کچھ
 خدا کا ذاتی کمال ہے وہ یہ ہے کہ خدا کلام کے ايجاد
 کرنے پر قادر مطلق ہے یا کلام کے مدلولوں و مدعا کا
 علم رکھتا ہے البتہ یہ قدرت اور علم خدا کے صفات
 ذاتیہ میں سے ہیں اور قدیم ہیں حادث اور زائد
 بر ذات نہیں، یہی قانون تمام صفات خداوندی میں
 برابر جاری و ساری ہے کہ نہ تو اس سے اصل صفت
 کمال کی نفی کر دے اور نہ ہی اس کے لیے وہ کیفیت
 ثابت کر دے جو اس کیلئے باعث نقص و عیب ہو، نیز یہ

اس اجمال کی بقدر ضرورت تشریح یہ ہے کہ خداوند عالم کی صفات کی تین قسمیں ہیں،
 (۱) ہمیشہ اس کے لیے ثابت ہوگی

عليه الكذب

بھی معلوم رہے کہ خداوند عالم صادق ہے اس کے لیے کذب (تخوٹ) روا نہیں ہے۔

حدوث عالم کا بیان:

یہ اعتقاد رکھنا لازم ہے کہ عالم یعنی خدا کے سوا جو کچھ ہے وہ حادث ہے یا اس معنی کہ ازل میں اس کی ابتداء موجود ہے (جس سے قبل وہ موجود نہ تھا) اور وہ تاویل غلط ہے جو ملحدین کیا کرتے ہیں کہ ذاتاً حادث ہے (مگر بالعرض قدیم ہے یا افراد کے اعتبار

ثم لا بد ان تعتقد ان

العالم حادث ای جمیع ما

ری اللہ بمعنی انه یشہی

ازمنة وجودها فی الازل الی حد

(۲) کبھی بھی اس کے لیے ثابت نہ ہوں گی

(۳) کبھی ثابت ہوگی اور کبھی نہ پہلی قسم کا تعلق چونکہ ذات باری تعالیٰ سے ہے اس لیے انہیں صفات

ذاتیہ، صفات کمالیہ، صفات جمیلہ، صفات حقیقیہ اور صفات ذات الاضافہ کہا جاتا ہے جیسے علم، قدرت، حیوۃ

وغیرہ یہ صفات عین ذات ہیں یعنی ذات و صفات میں کبھی جدائی کا تصور بھی نہیں کیا جاسکتا۔ اس سے یہ بھی

واضح ہو جاتا ہے کہ جس طرح ذات احدیت کی اصل حقیقت تک ہمارے عقل کی رسائی ممکن نہیں ہے اسی

طرح ان صفات کی گئی حقیقت تک بھی ہمارے افہام کی رسائی ممکن نہیں ہے، لہذا جب ہم یہ کہتے ہیں کہ خدا

عالم ہے تو دراصل مقصد یہ بیان کرنا ہوتا ہے کہ وہ جاہل نہیں ہے۔ اور جب یہ کہتے ہیں کہ وہ قادر ہے تو غرض

یہ ظاہر کرنا ہوتی ہے کہ وہ عاجز نہیں ہے، وہی حد القیاس جہاں تک خدا کے علم و قدرت کی حقیقت کا تعلق ہے تو

وہ ہمارے اور اک کی حدود سے ماوراء ہے۔ دوسری قسم کی صفات کو صفات سلویہ اور صفات تجلیہ بھی کہا

جاتا ہے جیسے یہ کہ خدا جسم نہیں رکھتا، کسی چیز میں حلول نہیں کرتا اور فعل قبیح نہیں کرتا وغیرہ۔ اور تیسری قسم کو

صفات فعلیہ اور صفات اضافیہ محضہ کہا جاتا ہے کیونکہ ان کا تعلق خداوند عالم کے فعل کے ساتھ ہوتا ہے

جیسے کہ وہ خالق، رازق اور مہیت ہے، جب خدا نے یہ کام بنوا انجام نہیں دیے تھے تو اس وقت بالفعل

خالق و رازق وغیرہ نہیں تھا اور اس سے کوئی نقص بھی لازم نہیں آتا، ہاں جب یہ کام انجام دے تو خالق و

رازق کہلا یا اس سے زیادہ وضاحت و صراحت کی یہاں گنجائش نہیں ہے۔

وهذا القدر كاف للخواص فضلاً عن العوام كما لا يخفى على اولي الالهام (منہ غنی عن)

و يقطع لا على ما أوله
 الملاحدة من الحدوث الذاتى
 فان على المعنى الذى ذكرنا
 اجماع جميع الملىين والاخبار
 به متظافرة متواترة والقول
 بقديم العالم و بالعقول
 القديمة و الهولوى القديمة كما
 يقول الحكماء كفر

ثم اعلم ان انكار ما علم ثبوته
 من الدين ضرورة بحيث لا يخفى
 على احد من المسلمين الا ماشاء
 كفر يستحق منكره القتل

و هى كثيرة كوجوب
 الصلوات الخمس و اعداد
 ركعاتها و اوقاتها فى الجملة و
 اشتمالها على الركوع و السجود

سے حادث ہے اور نوع کے لحاظ سے قدیم ہے) اسی
 طرح ابد کے لحاظ سے بھی اس کی انتہا موجود ہے جس
 کے بعد وہ نہ ہوگا۔ عالم کے حادث ہونے کا جو مفہوم
 ہم نے بیان کیا ہے اس پر تمام اہل اویان و ملل کا
 اجماع و اتفاق ہے اور اس کے بارے میں اخبار
 متظافرہ و متواترہ موجود ہیں۔ عالم کو قدیم سمجھنا یا عقول
 قدیمہ (جنہیں عقول عشرہ کہا جاتا ہے) کا قائل ہونا یا
 ہیولی (مادہ) کو قدیم جاننا جیسا کہ فلاسفہ و حکماء کا
 اعتقاد ہے بالکل کفر ہے، (کیونکہ خداوند عالم کے سوا
 کوئی چیز قدیم نہیں ہے)

ضروریات دین کا بیان اور ان کے انکار
 کرنے کے احکام:

جاننا چاہئے کہ جس چیز کا دین اسلام سے ہونا
 اس طرح بالضرورۃ و بالبداهت ثابت ہو کہ سوائے
 کسی شاذ و نادر فرد کے اور کسی بھی مسلمان پر مخفی نہ ہو
 (اور نہ کسی نے اس کی صحت اور اس کے ثبوت میں
 اختلاف کیا ہو) اس کا انکار کرنا کفر ہے اور اس کا منکر
 قتل کا سزاوار ہوتا ہے۔

اور یہ ضروریات دین بکثرت ہیں جیسے نماز پنجگانہ کا
 وجوب، ان کی رکعتوں کی تعداد (جو کہ سترہ ہے) ان

لہذا دین اسلام سے خارج اگر مرتد علی ہے تو پہلے اسے توبہ کرائی جائے گی، اگر کرے تو قبضہ اور قتل کر دیا
 جائے گا اور اگر مرتد فطری ہے تو بہر حال واجب القتل ہے۔ (منہ عنی عنہ)

کے اجمالی اوقات اور ان کا رکوع و سجود بلکہ علی الاظہر ان کا تکبیرۃ الاحرام، قیام اور قرائت پر مشتمل ہونا اور ان کا اجمالاً مشروط۔ بطہارت ہونا (قطع نظر اس سے کہ اس طہارت کی کیفیت کیا ہے؟) غسل جنابت، حیض بلکہ علی الاظہر غسل نفاس کا واجب ہونا بلکہ ایک احتمال کے مطابق پاخانہ پیشاب اور ریح کا مبطل وضو ہونا یا جیسے غسل میت، نماز جنازہ اور قرین میت کا واجب اور زکوٰۃ و ماہ رمضان کے روزوں کا واجب ہونا، اور معمول کے مطابق کھانے پینے اور قانون فطرت کے موافق عورت کے ساتھ مباشرت کرنے کا مبطل روزہ ہونا، حج کا واجب، اور اس کا طواف بلکہ صفا و مروہ کے درمیان سعی کرنے، احرام باندھنے، بمقام عرفات و مشعر وقف کرنے، بلکہ ایک احتمال کے مطابق حج کا اجمالاً، قربانی کرنے سرمنڈانے اور کنکر مارنے پر مشتمل ہونا عام اس سے کہ (یہ امور) واجب ہوں یا مستحب۔ اظہر یہ ہے کہ اجمالاً جہاد کا واجب بھی ضروریات دین میں داخل ہے (قطع نظر اس وجوب کے شرائط کے) اسی طرح جماعت کے ساتھ نماز پڑھنے اور فقراء و مساکین کو صدقہ دینے کا رائج و افضل ہونا، علم اور اہل علم کے فضل و کمال کا اقرار کرنا، نفع دہندہ صداقت کی فضیلت اور نقصان دہندہ جھوٹ کی ردیلت، زنا و لوالت اور شراب خوری کی حرمت۔ ہاں البتہ نبیذ کی

بل تکبیرۃ الاحرام و القیام و القرائۃ علی الاظہر و اشراطہا بالطہارۃ مجملأ و وجوب الغسل من الجنابة و الحيض بل النفاس علی الاظہر بل کون الغائط و البول و الريح ناقضاً للوضوء علی احتمال و کو وجوب غسل الاموات و الصلوة علیہم و دفنہم و وجوب الزکوٰۃ و صوم شہر رمضان و کون الاکل و الشرب المعتادین و الجماع فی قبل المرأة ناقضاً و وجوب الحج و اشتمالہ علی الطواف بل سعی بین الصفا و المروۃ و الاحرام و الوقوف بعرفات و مشعر بل الذبح و الحلق و الرمی فی الجملة اعم من الوجوب و الاستحباب علی احتمال و وجوب الجہاد فی الجملة علی الاظہر و رجحان الجماعة فی الصلوة و الصدقة

علی المساکین و فضل العلم و
 اہلہ و فضل الصدق النافع و
 مرجوحیۃ الکذب الغير النافع و
 حرمة الزنا و اللواط و شرب
 الخمر دون النبیذ لانه مما لا
 یجمع علیہ المسلمون و اکل لحم
 الکلب و الخنزیر و الدم و الميتة و
 حرمة نکاح الامہات و الاخوات
 و البنات و بنات الاخ و بنات
 الاخت و العمت و الخالات بل ام
 الزوجة و اختها معها علی الاظهر و
 حرمة الربوا فی الجملة علی
 احتمال و حرمة الظلم و اکل مال
 الغير بلا جهة تحللہ و حرمة القتل
 بغير حق بل مرجوحیۃ السب
 و القذف و رجحان السلام و ردہ
 علی الاظهر و رجحان بر الوالدین
 و مرجوحیۃ عقوبتہما بل رجحان
 صلة الارحام علی احتمال و غیر
 ذالک مما اشتهر بینہم بحیث لا

حرمت ضروریات دین سے نہیں ہے کیونکہ اس کی
 حرمت پر تمام اہل اسلام کا اجماع و اتفاق نہیں ہے
 بلکہ بعض اسلامی فرقوں کے نزدیک جائز ہے۔ (۱) گتے
 اور خنزیر، خون اور مردار کے گوشت کی حرمت اور درج
 ذیل عورتوں سے نکاح کا حرام ہونا۔ (۲) مائیں۔
 (۳) بہنیں (۴) بیٹیاں۔ (۵) بھتیجیاں۔ (۶)
 بھانجیاں (۷) پھوپھیاں (۸) خالائیں بلکہ علی الاظهر
 زوجہ کی ماں (ساس) اور زوجہ کی موجودگی میں اس کی
 بہن (سالی) سے نکاح کرنا، علی الاحتمال فی الجملہ سود کا
 حرام ہونا اور بلا جواز شرعی کسی کا مال کھانے اور بلا وجہ
 شرعی کسی کو قتل کرنے کی حرمت، بلکہ کسی کو گالی دینے،
 جیسے زنا لگانے کی مرجوحیت اور علی الاظهر اسلام
 کرنے اور اسلام کا جواب دینے کا رجحان، اسی طرح
 والدین کے ساتھ نیکی کرنے کی فضیلت اور ان کی
 نافرمانی کرنے کی رذیلت بلکہ بناء بر احتمال صلہ رحمی
 کرنے کا رجحان وغیرہا مبن ضروریات الاسلام جو
 اس طرح تمام اہل اسلام میں مشہور و مسلم ہیں کہ
 سوائے کسی شاذ و نادر شخص کے اور کوئی بھی ان میں
 شک و شبہ اور انکار نہیں کرتا۔ (واللہ الموفق)

ضروریات مذہب کا بیان اور ان کے انکار
 کے احکام:

باقی رہے وہ امور جن کا بطریق مذکور مذہب

يشك فيه الا من شد منهم

اما انكار ما علم ضرورة من
مذهب الامامية فهو يلحق فاعله
بالمخالفين و يخرجہ عن التدین
بدین الائمة الطاہرین صلوات اللہ
علیہم اجمعین ک امامۃ الائمة الانا
عشر و فضلہم و علمہم و وجوب
طاعتہم و فضل زیارتہم و اما
مؤدتہم و تعظیمہم فی الجملة

لمن ضروریات دین الاسلام و
منکرہ کافر کالتوا ص و
الخوارج و مآخذ من ضروریات
دین الامامیۃ استحلال المتعة و حج
التمتع والبرائۃ من

.... و معاویۃ و یزید بن معاویۃ و
کل من حارب امیر المؤمنین او
غیرہ من الائمة و من جمیع قسۃ
الحسین علیہ السلام و قول حی
علی خیر العمل فی الاذان

امامیہ کی ضروریات سے ہونا ثابت ہے، ان کا انکار
کرنے والا مذہب اہل بیت سے خارج ہو جاتا ہے
(اگرچہ اسلام کے دائرہ میں داخل رہتا ہے) اور
مخالفین کے زمرہ میں داخل ہو جاتا ہے، جیسے کہ ائمہ
اشاعری کی امامت حق، ان کے علم و فضل اور کمال و
جلال، ان کی اطاعت و اتباع کے واجب ہونے اور
ان کی زیارت کی فضیلت کا انکار کرنا لیکن جہاں تک
ان کی محبت و مودت اور تعظیم و تکریم کا تعلق ہے تو وہ
ضروریات دین میں سے ہے اور جو اس کا منکر ہے
جیسے نامحی اور خارجی وہ کافر ہے۔ مجملہ ان امور کے
جن کو مذہب شیعہ کے ضروریات میں سے شمار کیا گیا
ہے، متعہ، اور بیخ تمتع کو حلال سمجھنا بھی ہے، نیز
قلاں قلاں، فلاں اور یزید اور اس کے باپ اور ہر
اس شخص سے بیزاری اختیار کرنا ہے جس نے جناب
امیر المؤمنین یا دیگر ائمہ طاہرین میں سے کسی کے
ساتھ جنگ و جدال کیا ہے، اسی طرح جناب امام
حسین علیہ السلام کے قاتلوں سے برائت ظاہر کرنا
اور اذان میں کلمہ حی علی خیر العمل کہنا بھی ضروریات
مذہب میں داخل ہے۔ (الہی غیر ذالک من
ضروریات المذہب)

اس مسئلہ اور درج ذیل مسائل میں جو حضرات تفصیلی دلائل اور میر حاصل بحث و یکٹنے کے خواہشمند
ہوں وہ ہماری کتاب تجلیات صداقت بجواب آفتاب ہدایت کی طرف رجوع فرمائیں۔ (منہ غشی عنہ)

عصمت نبی و ائمہ کا بیان:

جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور آئمہ
خدی علیہم السلام کے متعلق یہ اعتقاد رکھنا ضروری ہے
کہ وہ ازل عمر سے لیکر آخر عمر تک (الغرض مہد سے لحد
تک) ہر قسم کے صغیرہ و کبیرہ گناہوں سے معصوم و
مطہر ہیں اور یہی اعتقاد باقی تمام انبیاء و مرسلین و ملائکہ
مقررین کے متعلق رکھنا بھی ضروری ہے۔

فضائل ائمہ اہل بیت علیہم السلام:

یہ بزرگوار تمام مخلوقات خداوندی سے اشرف و
اعلیٰ ہیں اور (سوائے خاتم الانبیاء کے باقی) تمام
انبیاء و مرسلین اور ملائکہ مقررین سے افضل ہیں اور
وہ گزشتہ اور قیامت تک کے آئندہ (حقیقی) حالات
اور واقعات سے باخبر رہیں۔

ثم لا بدان تعتقد في النبي و
الائمة انهم معصومون من اول
العمر الى آخره من صفائر الذنوب
و كبائرهما و كذا جميع الانبياء و
الملائكة

و انهم اشرف المخلوقات
جميعاً و انهم افضل من جميع
الانبياء و جميع الملائكة و انهم
يعلمون علم ما كان و علم ما يكون
الي يوم القيامة

۱۔ مسئلہ علم امام اسلام کے معرکہ الآرا مسائل میں سے ہے اس میں کئی قسم کے اختلافات پائے جاتے
ہیں۔ کیا امام کا علم حضوری ہے یا حصولی؟ تجردی ہے یا لٹھی؟ امام علم غیب جانتے ہیں یا نہ؟ ان تمام امور کی
تفصیلات مع دلائل ہم نے ”اصول الشریعہ فی عقائد الشیعہ“ میں درج کر دی ہیں، ان تمام تفصیلات و
تحقیقات کا جامع خلاصہ یہ ہے کہ ان ذوات مقدسہ کا علم وہی اور حصولی ہے نہ کہ حضوری، ہاں البتہ جہاں تک
علم شریعت کا تعلق ہے اسے تو وہ بالفعل جانتے ہیں اور جہاں تک کوئی بات اور ماکان و ما یکون کا تعلق ہے تو
اس کے متعلق ان کا علم ارادی ہے یعنی بعض کو بالفعل جانتے ہیں اور بعض کو بالقوة باہین طور کہ جب شرعی سے
شریٰ تک جس چیز کے متعلق معلوم کرتے چاہیں تو اسے باعلام اللہ معلوم کر لیتے ہیں چنانچہ استاذ المجتہدین
آقائے سید ابراہیم علی اللہ مقامہ، ”مصابط الاصول“ جلد ۱ ص ۲۵۸ میں تحریر فرماتے ہیں: ”اتفاق الامامیہ
علیٰ مکنون علم الامام ارادیا لا فعليا حضوريا“ یعنی فرقہ امامیہ کا اس بات پر اتفاق ہے کہ امام کا علم
ارادی ہے نہ کہ فعلی و حضوری۔

<p>تیز ان کے پاس سابقہ انبیاء کے آثار و تبرکات اور کتب و بینات موجود ہیں جیسے توراۃ، انجیل زبور اور آدم و ابراہیم اور عیسیٰ کے صحیفے جناب موسیٰ کا عصا، جناب سلیمان کی انگوٹھی جناب ابراہیم کی قمیص، تابوتِ سکینہ، الواح (موسوی) وغیرہ (الغرض سب انبیاء کے سلف کے تبرکات ان کے پاس موجود ہیں) اور ان ذواتِ مقدسہ میں سے کسی مجاہد کا حجاج ہو یا قاعدہ (خانہ نشین) کا قعود، ناطق (بولنے والے) کا نطق ہو یا ساکت و صامت کا سکوت (غرض کہ) ان کے تمام افعال، احوال اور اقوال حکمِ خداوندی کے مطابق ہوتے ہیں۔ (بل عبادِ مکرمون لا یبقونہ بالقول و ہم بامرہ یعملون) جو کچھ جناب رسول خدا (منجانب اللہ) جانتے تھے، آپ نے وہ سب کچھ جناب امیر علیہ السلام کو تعلیم دے دیا</p>	<p>و ان عندهم آثار الانبياء و كتبهم كالنوراة والانجيل والزبور و صحف آدم و ابراهيم و شيث و عصا موسى و خاتم سليمان و قميص ابراهيم و التابوت والالواح وغير ذالك و انه كما كان جهاد من جاهد و قعود من قعد عن الجهاد و سكوت من سكوت و نطق من نطق و جميع افعالهم و احوالهم و اقوالهم بامر الله و ان كلما علمه رسول الله علمه عليا</p>
---	---

”اصول کافی“ میں پورا ایک باب اس عنوان کا موجود ہے: ان الامام اذا اراد ان يعلم شيئا اعلمه الله۔ اسی طرح سابع ”بحار الانوار“ اور ”بصائر الدجوات“ میں اس قسم کی متعدد احادیث موجود ہیں اور جہاں تک کُلی و تجزویٰ کی بحث کا تعلق ہے تو اگر ان کے علم کو ہمارے علم سے نسبت دی جائے تو یقیناً کُلی ہے اور اگر اسے علمِ خداوندی کے بالمقابل دیکھا جائے تو تجزویٰ نظر آتا ہے۔ (ولا يحبطون بشي من علمه الا بما شاء)

اسی طرح گو وہ باعلام اللہ بہت سے مغیبات پر مطلع ہیں مگر ان کو ”عالم الغیب“ نہیں کہا جاسکتا، کیونکہ شرعی اصطلاح کے مطابق عالم الغیب کا اطلاق اس ذاتِ واحد و یکتا پر کیا جاتا ہے جس کا علم کُلی و احاطی ہو اور ذاتی ہو اور وہ صرف اور صرف خالق کائنات کی ذات ہے۔

هذا هو الصراط المستقيم فاتبعوه و لا تتبعوا السبل فتفرق بكم عن سبيله۔ (من غفر عن)

اسی طرح ہر آنے والا امام جب ظاہری عہدہ امامت پر فائز ہوتا ہے تو اپنے پیشرو امام کے تمام ظلم کا عالم ہوتا ہے۔ یہ بزرگوار ذاتی رائے واجتہاد سے مسائل بیان نہیں کرتے بلکہ منجانب اللہ تمام احکام (مسائل حلال و حرام) کو جانتے ہیں اور ان سے جس چیز کا سوال کیا جائے وہ اس سے ناواقف نہیں ہوتے۔ (الحجة من لا يقول لا ادري) وہ تمام زبانیں جانتے ہیں اور تمام لوگوں کو کفر و ایمان کے ساتھ پہچانتے بھی ہیں اور ہر روز اس امت کے نیکو کاروں اور بدکاروں کے (نامہائے) اعمال ان کی بارگاہ میں پیش کیے جاتے ہیں۔

تفویض کی نفی کا بیان:

یہ عقیدہ ہرگز نہ رکھو کہ ان ذاتِ عالیہ نے خدا کے حکم سے اس کائنات کو پیدا کیا ہے کیونکہ صحیح السند اخبار و آثار میں ہمیں یہ عقیدہ رکھنے سے منع کیا گیا ہے شیخ رجب برسی وغیرہ نے اس سلسلہ میں جو بعض ضعیف اخبار نقل کیے ہیں وہ قابل اعتبار نہیں ہیں اور ان کیلئے سہوہ نسیان جائز نہیں ہے۔

و کذا کل لاحق يعلم جميع علم السابق عند امامته و انهم لا يقولون برأى ولا اجتهد بل يعلمون جميع الاحكام من الله و لا يجهلون شيئاً يستلون عنه و يعلمون جميع اللغات و جميع اصناف الناس بالايمان و الكفر و يعرض عليهم اعمال هذه الأمة كل يوم ابرارها و فجارها

ولا تعتقد انهم خلقوا العالم بامر الله فاننا قد نهينا في صحاح الاخبار عن القول به ولا عبرة بمارواه البرسی و غيره من الاخبار الضعيفة و

۱۔ اقوام عالم کی تاریخ کے مطالعہ سے یہ حقیقت واضح و آشکار ہوتی ہے کہ علامۃ الناس ہمیشہ اپنے پیشواؤں اور رہنماؤں کی محبت میں افراط کا شکار رہے ہیں یعنی محبت کے غلط جوش و جذبہ میں آکر ان کو ان کے حدود سے بڑھاتے رہے ہیں۔ یہی جذبہ تھا جس نے یہودیوں سے جناب عزیر اور عیسائیوں سے جناب عیسیٰ کو "ابن اللہ" کہلوا دیا اور ان کی دیکھا دیکھی بعض نام نہاد مسلمانوں نے جناب رسول خدا اور علی المرتضیٰ کو خدائی کے درجہ تک پہنچایا اور بعضوں نے گوان ذاتِ عالیہ کو خدا تو نہ کہا مگر وہ بھی ان کو خدائی صفات و کمالات کا حامل قرار دیکر غلو و تفویض کے سمندر کی اتھاہ گہرائیوں میں گر گئے۔ فضلو و اشلو اکثیر!

لا يجوز عليهم التهور و النسيان

و ماورد به من الاخبار محمولة

على التقيّة

اس سلسلہ میں جو بعض اخبار وارد ہیں (جن سے ان کا سہو و نسیان ظاہر ہوتا ہے) وہ تقیہ پر محمول ہیں۔ (کیونکہ مخالفین اس کے قائل ہیں)۔

معراج جسمانی کا تذکرہ:

و يجب عليك ان تنفّر

بالمعراج الجسماني و انه عرج

ببدنه الشريف و تجاوز عن

معراج جسمانی کا عقیدہ رکھنا واجب ہے یعنی یہ کہ جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے بدن شریف کے ساتھ (عالم امکان کی آخری حد، قلاب تو سین او ادنیٰ کی منزل تک) تشریف لے

جس طرح عابد کو معبود، ساجد کو مجبود، مرزوق کو رازق الغرض مخلوق کو خالق قرار دینا اور خدا کا انکار کرنا کھلم کھلا غلو ہے (جو سر اسر کفر و الحاد ہے) اسی طرح یہ کہنا کہ خدا نے تو صرف سر کا پرچہ و آل محمد کو خلق کیا ہے بعد ازاں ان حضرات نے اس کائنات کو خلق کیا ہے اور یہ کہ خدا نے نظام کائنات چلانے کا کام ان ذوات عالیہ کے سپرد کر دیا ہے، اب یہی بزرگوار خلق کرتے، رزق دیتے اور مارتے و جلاتے ہیں یہ کھلم کھلا "تفویض" ہے (جو غلو کا ایک شعبہ و حصہ ہے) یہ عقیدہ باتفاق جمیع اہل حق باطل و عاجل ہے۔ قرآن اور پورا دفتر حدیث اس کے بطلان کے دلائل سے چمک رہا ہے۔ ائمہ معصومین نے اس فاسد عقیدہ رکھنے والوں کو کافر، مشرک اور ملعون قرار دیا ہے۔ چنانچہ حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے دریافت کیا جاتا ہے کہ آیا خلق و رزق وغیرہ امور خدا نے آپ کے سپرد فرمائے ہیں؟ آپ جواب میں فرماتے ہیں: لا والله ما فوض الله الى اخيه من خلقه لا الى رسول الله و لا الى الائمة عليهم السلام خدا کی قسم خدا نے کسی بھی مخلوق کو یہ امور سپرد نہیں فرمائے، نہ رسول خدا کو اور نہ دوسرے ائمہ حدیثی کو (کفایۃ الموحدين جلد ۱ ص ۲۳۷) حضرت امام رضا علیہ السلام فرماتے ہیں: و من زعم ان الله عز و جل فوض امر الخلق و الرزق الى حجه فقد قال بالتفويض و المقاتل بالحجیر کافرو المقاتل بالتفويض مشرک۔ جو شخص یہ گمان کرتا ہے کہ خدا نے پیدا کرنے اور روزی دینے کا معاملہ اپنی جہتوں (نبی و امام) کے سپرد کر دیا ہے، وہ تفویض کا قائل ہے جو جبر کا قائل ہے وہ کافر ہے اور جو تفویض کا قائل ہے وہ مشرک ہے۔ (عیون الاخبار ص ۳۷۲ سابع بحار الانوار ص ۳۵۸)

بعض لوگ اپنے اس فاسد عقیدہ کو "بإذن الله"۔ "بأمر الله" کے پیوند کا سہارا دیتے ہیں حالانکہ یہ تار عنکبوت سے بھی زیادہ کمزور سہارا ہے۔ بعض احادیث معتبرہ میں بالخصوص اس بات کی نفی وارد ہوئی ہے۔

السموات و لا تصع الى شبد
الحكماء في نفى الحرق و الالتيام
على الافلاك فانها و اهية ضعيفة
و المعراج من ضروريات الدين و
انكاره كفر
تسليم و رضا کا بیان:

و ان تكون في مقام التسليم في
یہ بھی ضروری ہے کہ تمہارے دینی پیشواؤں

چنانچہ رسالہ صحیح العقائد طبع حیدر آباد دکن ص ۱۳ پر بحوالہ ”بحار الانوار“ اور ”حدیثہ سلطانہ“ جلد ۳ ص ۱۷۸ طبع کلکتہ پر حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام کی یہ حدیث شریف موجود ہے، فرمایا: من قال نحن الخالقون بامر الله فقد كفر۔ جو شخص یہ عقیدہ رکھتا ہے کہ ہم خدا کے حکم سے پیدا کرتے ہیں وہ کافر ہے۔ انہیں حقائق کی بناء پر سرکارِ علام نے یہ فرمایا ہے کہ یہ عقیدہ ہرگز نہ رکھو کہ ان بزرگوں نے اللہ کے اذن و امر کے ساتھ اس عالم کو پیدا کیا ہے کیونکہ صحیح السند روایات میں یہ بد عقیدہ رکھنے سے ممانعت وارد ہوئی ہے اور جو بعض آثار ان حقائق کے خلاف نظر آئیں تو سمجھ لو کہ وہ غلات و مفوضہ کی پیداوار ہیں جیسے خطبہ البیان و امثالہا کے متعلق فواہی بحار اخبار آئمہ اطہار سرکارِ علام مجلسی نے فرمایا ہے ملاحظہ ہو ہضم ”بحار الانوار“ ص ۳۶۷ اور یہاں بھی شیخ رجب برسی جیسے حاطب اللیل قسم کے مؤلفین کی روایات پر تبصرہ فرمادیا ہے کہ وہ ناقابل اعتبار ہیں اور بحار الانوار کے مقدمہ میں شیخ رجب موصوف کی ”انوار الیقین“ پر تبصرہ کرتے ہوئے بھی ایسا ہی افادہ فرمایا ہے کہ وہ افراط و تفریط پر مشتمل ہے و لا ینسک مثل خبیر۔ ہر قسم کی افراط و تفریط سے محفوظ اور صحیح عقیدہ یہ ہے کہ ہر چیز کا مرکز خدا و خداوند عالم کی ذات کو سمجھا جائے اور وہاں تک رسائی کا ذریعہ اور وسیلہ اور اس کی بارگاہ معنی میں شیخ سرکارِ محمد و آل محمد علیہم السلام کو سمجھا جائے۔ (یا ایہا الذین امنوا اتقوا الله و ابتغوا اليه الوسيلة)۔ (منہ مخفی عنہ)

۱۔ ان شبہات کی بنیاد نظام بطلمیوس پر قائم ہے اور فکلیات کے متعلق آج اس نظام کی وہجیاں فضا کے وسیط میں کھر چکی ہیں۔ لہذا سائنس کی موجودہ ترقی کے دور میں جبکہ لوگ چاند پر اپنی ہمت کا پرچم لہرانے کے بعد آج زہرہ و مریخ پر جانے کی تیاریاں کر رہے ہیں، ہنرمند اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے معراج جسمانی کی صحت و صداقت محتاج بیان نہیں رہی بلکہ اسے چار چاند لگ گئے ہیں۔ (منہ مخفی عنہ)

اور حقیقی رہنماؤں کی طرف سے جو کچھ تم تک پہنچے تم مقام تسلیم میں رہو اگر اس کی اصل حقیقت تک تمہاری عقل و فہم کی رسائی ہو جائے تو اس پر تفصیلی ایمان لاؤ ورنہ اجمالی ایمان پر اکتفا کرتے ہوئے اس کا حقیقی علم و مفہوم انہیں ذوات مقدسہ کے سپرد کرو۔ خبردار اکہیں اپنی کمزوری عقل کی وجہ سے ان کے اخبار و آثار کو رد نہ کرنا، شاید (فی الواقع) وہ انہیں کا ارشاد ہو جسے تم اپنی کج فہمی سے ٹھکرادو اور اس طرح عرشِ علا پر تکذیبِ خدا کے جرم کے مرتکب قرار پاؤ جیسا کہ حضرت صادق آلِ محمدؑ نے فرمایا ہے۔ مخفی نہ رہے کہ ان حضرات کے علوم بڑے عجیب اور اطوار بڑے غریب ہیں جن (کی تہہ) تک ہمارے عقول و افہام کی رسائی نہیں ہو سکتی اس لیے اس سلسلہ میں جو کچھ ہم تک پہنچے اس کا رد کرنا جائز نہیں ہے۔

حضور معصومینؑ عند المختصرین کا بیان:

یہ اقرار کرنا بھی واجب ہے کہ ہر مرنے والے کے پاس خواہ وہ نیکو کار ہو یا بدکار، مؤمن ہو یا کافر، نابکار، جناب رسولؐ خدا اور آئمہ ہدیٰ حاضر ہوتے ہیں (یعنی مرنے والا ان کی زیارت سے مشرف ہوتا ہے) اور شفاعت کر کے اہل ایمان پر سکراتِ موت اور اس کے شدائد کو آسان کر کے ان کو فائدہ پہنچاتے ہیں اور منافقین و دشمنانِ اہل بیت کے

کل ما وصل الیک من موالیک فان ادركہ فہمک و وصل الیہ عقلک تؤمن بہ تفصیلاً و الا فتؤمن بہ اجمالاً و ترد علمہ الیہم و ایاک ان ترد شیئاً من اخبارہم لضعف عقلک لعلہ یکون منہم و رد دتہ بسوء فہمک فکذب اللہ فوق عرشہ کما قال الصادق علیہ السلام و اعلم ان علومہم عجیبة و اطوارہم غریبة لا یصل الیہا عقولنا و لا یجوز لنا رد ما وصل الینا من ذالک

ثم اعلم انه یجب الاقرار بحضور النبی و الأئمة الاثنا عشر علیہم السلام عند موت الابرار و الفجار و المؤمنین و الکفار فیضعون المؤمنین بشفاعتہم فی تسہیل غمرات الموت و سکراتہ علیہم و

يشدّدون على المنافقين و مبغضى
 اهل البيت عليهم السلام و ورد فى
 الاخبار ان الماء الذى يسيل من
 اعين المؤمنين عند الموت و موطن
 شدة فرحهم سرورهم برؤية النبی و
 الأئمة و يجب الاقرار بذلك
 مجملاً لا يلزم التفكر فى كيفية
 ذلك انهم فى الاجساد
 الاصلية المثالية او بغير ذلك ولا
 يجوز التأويل بالعلم و انقاش الصور
 فى القوى الخيالية فانه تحريف لما
 ثبت فى الدين و تضع لعقائد
 المؤمنين

شدائد و مصائب میں اضافہ کا باعث بنتے ہیں۔
 بعض اخبار میں وارد ہے کہ موت کے وقت اصل
 ایمان کی آنکھوں سے جو پانی بہتا ہے وہ جناب
 رسول خدا اور آئمہ ہدیٰ کی زیارت سے حاصل
 ہونے والی روحانی مسرت و شادمانی کا نتیجہ
 ہوتا ہے۔ اس بات کا اجمالی اقرار کرنا واجب ہے
 اور اس (حاضر ہونے) کی کیفیت میں غور و فکر کرنا
 لازم نہیں ہے کہ آیا وہ بزرگوار اپنے اصلی اجساد
 ابدان کے ساتھ حاضر ہوتے ہیں یا اجساد مثالیہ کے
 ساتھ یا کسی اور طریقہ سے اس حقیقت کی اس طرح
 تاویل کرنا جائز نہیں ہے کہ اس سے مراد یہ ہے کہ
 ان کو (مرنے والے کا) علم ہوتا ہے یا مرنے والوں
 کی قوت خیالیہ میں ان کی مقدس صورتوں کا عکس
 پڑتا ہے کیونکہ ایسا کرنا ایک ثابت شدہ دینی حقیقت
 کی تحریف ہے اور اہل ایمان کے عقائد کو پامال
 کرنے کے مترادف ہے۔

۱۔ چونکہ ایک جسم کا (خواہ وہ لطیف ہو یا کثیف) ایک آن میں ایک سے زائد مقام پر حاضر ہونا ان
 محالات عقلیہ اور ناممکنات قطعہ میں سے ہے جن سے قادر کی قدرت کا تعلق ہی نہیں ہو سکتا اور کوئی معجزانہ
 طاقت بھی ان کو ممکن بنا کر وجود میں نہیں لاسکتی۔ ادھر یہ بھی شیعیان علی کا مشہور و مسلم عقیدہ ہے کہ ہر مرنے
 والا خواہ مومن ہو یا منافق، مسلم ہو یا کافر، نیکو کار ہو یا بدکار مرتے وقت ائمہ اطہار کی زیارت سے مشرف
 ضرور ہوتا ہے، ظاہر ہے کہ ایک آن میں بیسیوں لوگ مرتے ہیں تو اگر وہ ہر مرنے والے کے پاس جسم
 اصلی تشریف لے جائیں تو پھر یہ شرعی عقیدہ اس محال عقلی والے مسلمہ سے متصادم ہو جائے گا اور علم کا یہ
 مسلم الثبوت قاعدہ و قانون ہے کہ اگر کہیں کوئی شرعی مسئلہ کسی مسلمہ عقلی قاعدہ سے متصادم ہو تو بناء پر مسلم

و يجب الايمان بان الروح باقى

بعد مفارقة الجسد و يتعلق بجسد

مثل هذا الجسد و هو مع جنازته و

يطلع على مشيئته فان كان مؤمناً

يناشدهم فى التعجيل ليصل الى ما

جسم سے جدائی کے بعد بقاء روح کا بیان:

یہ اعتقاد رکھنا واجب ہے کہ روح جسم سے

مفارقت و جدائی کے بعد باقی رہتی ہے، (فنا نہیں

ہو جاتی) اور اس مادی جسم جیسے جسم مثالی کے ساتھ

اس کا تعلق قائم ہو جاتا ہے (جس میں گوشت

پوست نہیں ہوتا) اور وہ برابر جنازہ کے ساتھ ساتھ

رہتی ہے اور اپنے مشایعت کرنے والوں سے آگاہ

رہتی ہے۔ پس اگر وہ مرنے والا مؤمن ہے

صحت اس کی کوئی ایسی تاویل کرنا لازم ہے جس سے وہ ظاہری تصادم ختم ہو جائے۔ (قرآنی تشابہات میں بھی یہی قانون جاری و ساری ہے) یہی وجہ ہے کہ اس مقام پر ہمیشہ علماء اعلام نے اس ظاہری تصادم کو ختم کرنے کے لیے مختلف قسم کی تاویلیں بیان فرمائی ہیں:

(۱) حضرت شیخ مفید اور حضرت سید مرتضیٰ علم الہدی نے تو یہ تاویل بیان کی ہے کہ ہر مرنے والا مرتے وقت محبت یا عداوت اہل بیت کا شرعاً نتیجہ دیکھتا ہے۔ (اہل القبالات) شیخ والدہ رر والقرر سید

(۲) بعض علمائے عظام جن میں خود سرکار مجلسی علیہ الرحمۃ بھی شامل ہیں۔ یہ تاویل فرماتے ہیں کہ یہ بزرگوار مرنے والے کے پاس جسم مثالی کے ساتھ تشریف لاتے ہیں۔ (بحار الانوار جلد ۳۱ ص ۱۲۷ مصابیح الانوار جلد ۲ ص ۱۷۳)

(۳) یہ بزرگوار آفتاب عالمیاب کی مانند اپنے مرکز و مستقر پر تشریف فرما ہوتے ہیں مگر مرنے والے کی بینائی اس قدر تیز ہو جاتی ہے کہ وہ ان کو وہاں دیکھ کر یہ سمجھتا ہے کہ گویا میرے پاس تشریف فرما ہیں، یہ تاویل بھی خود سرکار مجلسی نے سیوم بحار الانوار میں ”یمكن“ کہہ کر ذکر فرمائی ہے۔

(۴) خداوند عالم مرنے والے کے سامنے ان ذوات مقدسہ کی تشریف مبارک پیش کر دیتا ہے، اس تاویل کو محدث جلیل سید نفیث اللہ جزائری نے انوار العما نیہ ص ۴۵۱ پر اختیار فرمایا ہے۔

(۵) محتاط علمائے کرام ہمیشہ ایسے غامض اور متشابہ مقامات پر یہ روٹیں اختیار فرماتے ہیں کہ نہ تو محض عقلی استبعاد کی بناء پر ایسے حقائق ثابتہ کا انکار کرتے ہیں اور نہ ہی ظاہری معنوں کا اقرار کرتے ہیں بلکہ ایسے حقائق پر اجمالی ایمان رکھتے ہیں اور تفصیلی حقائق انہی کے حوالے کرتے ہیں جن کے گھر سے نکلے ہیں،

تو مشایعت کرنے والوں سے جلدی لے جانے کی
 التجا کرتی ہے تاکہ ان بلند درجات اور عظیم نعمتوں
 تک پہنچ سکے جو خدا نے اس کے لیے مہیا کر رکھی ہیں
 اور اگر مومن نہیں ہے تو ان کو خدا کے واسطے دیتی
 ہے کہ اس کو قبر میں لے جانے میں جلدی نہ کریں
 کیونکہ خدا نے اس کے لیے جو کچھ عذاب و عقاب
 مہیا کر رکھا ہے وہ اس سے خوف زدہ ہوتی ہے۔ اسی
 طرح وہ برابر غسل دینے والے، اسے اُلٹنے پلٹنے
 والے اور مشایعت کرنے والے کے ہمراہ رہتی
 ہے۔ یہاں تک کہ جب میت کو قبر میں دفن کر دیا
 جاتا ہے اور مشایعت کرنے والے واپس لوٹ جاتے
 ہیں تب اسے اصلی جسم میں داخل کیا جاتا ہے۔

اعِدِ اللَّهُ لَهُ مِنَ الدَّرَجَاتِ الرَّفِيعَةِ
 وَالنَّعْمِ الْعَظِيمَةِ وَ إِنْ كَانَ مُنَافِقًا
 يَنَاشِدُهُمْ فِي عَدَمِ التَّعَجُّلِ حَذَرًا
 مِمَّا أَعَدَّ اللَّهُ لَهُ مِنَ الْعُقُوبَاتِ وَ هُوَ
 مَعَ غَاسِلِهِ وَ مَقْلَبِهِ وَ مَشْيَعِهِ حَتَّى إِذَا
 دُفِنَ فِي قَبْرِهِ وَ رَجَعَ مَشْيَعُوهُ وَ يَنْتَقِلُ
 الرُّوحُ إِلَى جَسَدِهِ الْأَصْلِيِّ

چنانچہ غوامس بحار الانوار حضرت علامہ مجلسی سیوم بخار الانوار ص ۱۲۷ پر مذکورہ بالا اتمام تاویلات کا ذکر کرنے
 کے بعد تحریر فرماتے ہیں: والا حوط والا ولی فی امثال تلک المتشابهات الايمان بها و
 عدم التعرض لخصوصياتها و تفصيلها و احواله علمها الى الامام عليه السلام كما ورد
 فی الاخبار الثی اور دناھا فی باب التسليم واللہ يهدي من يشاء الى صراط مستقيم۔ یعنی
 احوط واولی یہ ہے کہ اس قسم کے مشابہات پر (اجہالی) ایمان ضرور رکھا جائے مگر ان کی تفصیلات کے متعلق
 بحث نہ کی جائے بلکہ انھیں امام عالی مقام کی طرف لوٹا یا جائے ایسا ہی علامہ سید عبداللہ الشہر نے اپنی کتاب
 "مصالح الانوار" جلد ۲ ص ۳۷۲ الطبع "النجف" پر افادہ فرمایا ہے۔

والأحوط و الأولی الايمان بذلك اجمالاً و ايكال العلم التفصیلی الى اللہ و
 رسوله و خلفائه واللہ العالم بالحقیقة۔

مطلب وہی ہے جو اوپر مذکور ہے۔ ہمارا ذاتی رجحان بھی اسی طرف ہے اور ایسے مقامات پر ہمارا ہمیشہ
 یہی موقف رہا ہے اور رہے گا۔ انشاء اللہ العزیز۔ ہر نوع ان حقائق سے اتنا تواضع و عیاں ہو گیا کہ
 اس موضوع کا تقبی و امام کے ہر جگہ حاضر و ناظر ہونے والے غلط عقیدہ کے ساتھ کوئی ربط و تعلق نہیں ہے اور اس
 حضور آئمہ والے عقیدہ سے اس کی گرتی ہوئی دیوار کو سہارا نہیں دیا جاسکتا و حوالہ مقتضو۔ (منہ عفی عنہ)

قبر میں نکیرین کی آمد:

اس وقت اگر مرنے والا بدکار اور عذاب کا سزاوار ہو تو اس کے پاس منکر و نکیر ہیبت ناک شکل و صورت میں اور نیکو کاروں میں سے ہو تو اُس کے پاس مبشر و مبشر خوش آئند شکل و صورت میں آتے ہیں اور اگر اس سے اس کے تمام عقیدے کے بارے میں (بالعموم) اور اماموں کے متعلق (بالخصوص) نام بنام سوال کرتے ہیں، پس اگر کسی ایک امام کے متعلق بھی وہ صحیح جواب نہ دے تو اس کو ایک ایسا آتشیں گرز مارتے ہیں کہ اس کی قبر قیامت تک آگ سے بھر جاتی ہے اور اگر صحیح جواب دے تو اسے خدا کی عنایت و کرامت کی خوش خبری سناتے ہوئے کہتے ہیں کہ اس طرح آرام و سکون کے ساتھ نکل چشم ہو کر سو جا جس طرح عروس تجلہ عروسی میں سوتی ہے۔ ملائکہ کا مقدس تذکرہ:

خبردار! ان دو فرشتوں اور ان کے سوال و جواب کی کوئی تاویل نہ کرنا کیونکہ یہ عقیدہ (اپنی مذکورہ بالا ظاہری کیفیت کے ساتھ) ضروریات دین میں سے ہے، ملائکہ کے متعلق طہرین نے جو تاویلات و توجیہات بیان کی ہیں کہ ان سے مراد عقول اور نفوس فلکیہ ہیں ان کی طرف کان نہ دھرو کیونکہ آیات مظاہرہ اور روایات متواترہ سے یہ

فِجِئَةُ الْمَلَكِ الْمَكْرُورِ
نَكِيرٌ فِي سُورَةِ مَهَبَةِ اَنْ كَانَ
مُعَذِّباً وَ مُبَشِّرٌ وَ مُبَشِّرٌ فِي صُورَةِ
حَسَنَةِ اَنْ كَانَ مِنْ الْاَبْرَارِ
فِيْلَانِ عَنْهُ عَنْ عَقَائِدِهِ الَّتِي
يَعْتَقِدُ مِنَ الْاَلَمَةِ وَ اَحَدًا بَعْدَ
وَاحِدٍ فَاِنْ لَمْ يَجِبْ عَنْ وَاحِدٍ
مِنْهُمْ بِضَرْبَانِهِ بِعَمُودٍ مِنْ نَارٍ
يَمْتَلِئُ قَبْرُهُ نَاراً اِلَى يَوْمِ الْقِيَامَةِ
وَ اِنْ اَجَابَ بِشَرَانِهِ بِكَرَامَةِ اللّٰهِ وَ
يَقُولَانِ لَهُ نَمِ نَوْمَةُ الْعُرُوسِ
قریر العین

وَ اِيَّاكَ اِنْ تَاوَلْ هَذَيْنِ الْمَلَكَيْنِ
وَسْوَالَهُمَا فَانَّهُ مِنْ ضَرُورِيَّاتِ الدِّينِ
وَ اِيَّاكَ اِنْ تَضَعِ اِلَى تَاْوِيْلَاتِ
الْمَلَا حِدَةِ فِي جَمِيعِ الْمَلَاكَةِ
بِالْعُقُولِ وَ النَّفُوسِ الْفَلَكِيَّةِ فَانَّهُ قَدْ

تظاهرات الآيات و قوالت الاخبار
 بكونهم اجساماً لطيفةً يقدرّون على
 التشكل بأشكال مختلفة و براهم
 رسول الله و الائمة و انهم ارلوا
 اجنحة مضي و ثلاث و ربيع و
 انهم اكثر خلق الله و اعظمهم و
 قد وردت الاخبار الكثيرة من
 كل واحد من الائمة في كفياتهم
 و عظمهم و غريب خلقهم و
 شونهم و اشغالهم و اطوارهم.

و يجب ان تعتقدان السموات
 غير متطابقة بل من كل مماء الى
 مماء خمس مائة سنة و ما بينهما
 مملوءة من الملائكة قدورد في
 الاحاديث انه مامن موضع قدم في

حقیقت ثابت ہے کہ فرشتے جسم لطیف رکھتے ہیں
 اور مختلف شکلیں و صورتیں اختیار کرنے پر قدرت
 رکھتے ہیں، جن کو جناب رسول خدا اور ائمہ طہائی
 دیکھتے ہیں، وہ پر بھی رکھتے ہیں، بعض کے دو دو بعض
 کے تین تین اور بعض کے چار چار ہوتے ہیں وہ (از
 روئے تعداد) سب مخلوق خدا سے زیادہ اور (از
 روئے جسامت) سب سے بڑے ہیں۔ ان کی
 کیفیت اور بڑائی، عجیب و غریب خلقت، ان کے
 اشغال و حالات اور اخلاق و اطوار کے بارے میں
 ائمہ، اطہار کے بہت سے اخبار وارد ہوئے ہیں۔
 فلکیات کے متعلق اسلامی نظریہ:

یہ اعتقاد رکھنا بھی واجب ہے کہ آسمان تہہ بہ
 تہہ نہیں بلکہ ایک آسمان سے دوسرے آسمان تک
 پانچ سو سال کی مسافت ہے، اور ان کا درمیانی حصہ
 فرشتوں سے پُر ہے۔ احادیث میں وارد ہے کہ
 آسمانوں میں قدم رکھنے کی بھی کوئی ایسی جگہ نہیں
 جس میں خدا کی تسبیح و تقدیس کرنے والا کوئی فرشتہ
 موجود ہو۔

اس سے زیادہ اس عنوان کی تفصیلات معلوم کرنے کے خواہشمند حضرات ہماری کتاب احسن الفتاویٰ
 فی شرح العقائد کی طرف رجوع کریں۔ (منہ غنی عنہ)

آسمانوں کی حقیقت ان کی زمین سے ذوری اور ان کی باہمی مسافت اور دیگر تمام متعلقہ موضوعات کی
 تفصیلات معلوم کرنے کے لیے کتاب "الہدایۃ الی اللہ" اردو ترجمہ "الہدیۃ والاسلام" کا مطالعہ بہت سودمند اور
 مفید ہے لہذا اس موضوع سے دلچسپی رکھنے والے حضرات کو ضرور اس کتاب کا مطالعہ کرنا چاہیے۔ (منہ غنی عنہ)

عصمت ملائکہ کا بیان:

یہ اعتقاد رکھنا واجب ہے کہ ملائکہ ہر قسم کے گناہ و خطا سے پاک اور معصوم ہیں اور ماروت و ماروت اور بعض انبیاء کی خطاؤں کے متعلق جو قصے کہانیاں عوام اور بعض اسلامی تواریخ و سیر میں مشہور و مرقوم ہیں وہ ناقابل توجہ ہیں کیوں کہ ان لوگوں نے یہ قصے یہودیوں کی تاریخوں سے اخذ کیے ہیں۔ ہمارے اخبار میں ان کی رد کی گئی ہے اور اس سلسلہ میں وارد شدہ آیات (مقابلہات) کی ایسی تفسیر بیان کی گئی ہے جس سے ان کافس و فاجر اور ان کی خطا و لغزش لازم نہیں آتی۔ اس مختصر رسالہ میں ان تفصیلات کے بیان کرنے کی گنجائش نہیں ہے۔
فشار قبر کا بیان:

جاننا چاہیے کہ فشار قبر پر اجمالی ایمان رکھنا ضروری ہے، باقی رہی اس کی تفصیلات کہ آیا یہ فشار سب لوگوں کو ہوگا یا کامل الایمان لوگوں کے علاوہ صرف دوسروں کو ہوگا بہت سے اخبار سے یہی دوسری شق ظاہر ہوتی ہے نیز یہ یقین رکھنا بھی ضروری ہے کہ یہ فشار روح کو اصلی جسم کے ساتھ

السموات والاوقیہا ملک سبح اللہ
و یقدسہ

و یجب ان تعتقد عصمة
الملائكة و لا تصع الى ما اشهر
بین عوام الناس و فی التواریخ و
التفاسیر و هم اخذوا من تاریخ
اليهود من قصة هاروت و ماروت و
تخطية الانبياء قد ورد فی اخبارنا
الرد علیها و تفسیر الآيات الواردة
فیها علی وجه لا يتضمن فسقهم و
خطأهم و لا یسع بهذه الرسالة ذکر
تفاصيلها.

ثم اعلم انه يلزمك
الایمان و الاذعان بضغطة القبر فی
الجملة اما انها عامة لجميع الناس
او مخصوصة بغير كمل المؤمنين
یظهر من كثير من الاخبار الثاني و لا

اس سلسلہ میں رسالہ "تحفۃ الاقنیاء" اردو ترجمہ "مترجمہ الانبیاء" کا مطالعہ بہت مفید ہے اور مزید تفصیلات جاننے کے خواہشمند حضرات ہماری تفسیر فیضان الرحمن فی تفسیر القرآن کی طرف رجوع فرمائیں۔ (منہ مخفی عنہ)

ہوتا ہے نہ کہ جسم مثالی کے ساتھ۔

عالم برزخ کی کیفیت کا بیان:

(تکیرین کے) سوال و جواب کے بعد روچیں
مثالی جسموں میں منتقل ہو جاتی ہیں اس کے بعد اگر
وہ مؤمن تھے تو ان میں سے (بعض کی رُوچیں تو)
اپنی قبروں کے اوپر رہتی ہیں جو اپنی زیارت کرنے
والوں پر مطلع ہوتی ہیں ان سے مانوس ہوتی ہیں اور
ان کی زیارت سے نفع اندوز و جو رسند ہوتی ہیں اور
(بعض) نجف اشرف (اس کو مشرق کرنے والے
پر ہزاروں درود و سلام) کی وادی السلام کی طرف
منتقل ہو جاتی ہیں اور بعض دنیا والی جنت میں داخل
ہو جاتی ہیں، اس کے پھل میوے کھاتی ہیں، اس کی
نہروں سے پانی پیتی ہیں الغرض اس کی نعمتوں سے
لطف اندوز ہوتی ہیں جیسا کہ خدا فرماتا ہے جو لوگ
خدا کی راہ میں شہید ہو جاتے ہیں ان کو مژدہ خیال نہ
کرو بلکہ وہ زندہ ہیں اور اپنے پروردگار سے رزق
پاتے ہیں، خدا نے اپنے فضل و کرم سے انھیں جو
کچھ عطا فرمایا ہے وہ اس سے خوش و خرم ہیں اور اگر
وہ کافر و معاند تھے تو ان (کی رُوچوں) کو آتش جہنم
کی طرف لے جایا جاتا ہے جہاں ان کو قیامت تک
عذاب ہوتا رہے گا، اور اگر وہ (مرنے والے)
مستضعف (ضعیف العقل) ہونگے تو بعض اخبار
سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ ان کو قیامت تک مہلت دی

بَدَمِنِ الْأَذْغَانِ بِكَوْنِ الضَّغْطَةِ فِي
الْجَسَدِ الْأَصْلِيِّ لَا الْمَثَالِيِّ

و بَانَ بَعْدَ السَّوَالِ وَ ضَغْطَةُ
الْقَبْرِ يَنْتَقِلُونَ إِلَى أَجْسَادِهِمُ الْمَثَالِيَّةِ
فَقَدْ يَكُونُونَ عَلَى قُبُورِهِمْ وَ يَطْلَعُونَ
عَلَى زَوَارِهِمْ وَ يَأْتِسُونَ بِهِمْ وَ
يَنْتَفِعُونَ بِزِيَارَتِهِمْ إِنْ كَانُوا مُؤْمِنِينَ وَ
قَدْ يَنْتَقِلُونَ إِلَى وَادِي السَّلَامِ وَ هُوَ
النَّجْفُ عَلَى مَشْرِقِهَا آلَافُ تَحِيَّةٍ وَ
سَلَامٍ وَ قَدْ يَنْتَقِلُونَ إِلَى جَنَّةِ الدُّنْيَا
فَيَنْتَفِعُونَ بِنَعْمَتِهَا وَ يَأْكُلُونَ مِنْ
فَوَاحِشِهَا وَ يَشْرَبُونَ مِنْ أَنْهَارِهَا كَمَا
قَالَ اللَّهُ تَعَالَى وَلَا تَحْسَبَنَّ الَّذِينَ
قُتِلُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ أَمْوَاتًا بَلْ أَحْيَاءُ
عِنْدَ رَبِّهِمْ يُرْزَقُونَ فَرَحِينَ بَمَا
آتَاهُمُ اللَّهُ مِنْ فَضْلِهِ وَ إِنْ كَانُوا
كَافِرِينَ مَعَانِدِينَ يَذْهَبُ بِهِمْ
إِلَى النَّارِ فَيُعَذِّبُونَ إِلَى يَوْمِ
الْقِيَامَةِ وَ إِنْ كَانُوا مُسْتَضْعَفِينَ
فَظَاهِرُ بَعْضِ الْأَخْبَارِ أَنَّهُمْ

جائے گی اور ان کو (اس عالم پرزخ میں) نہ جزا ملے گی اور نہ سزا۔

دنوی جنت و نار کا بیان:

یہ عقیدہ رکھنا بھی واجب ہے کہ جنت الخلد کے علاوہ خدائے قدیر نے دنیا کے اندر بھی ایک جنت و نار خلق فرمائی ہے بلکہ امام رضا علیہ السلام سے ایک روایت میں مروی ہے کہ جناب آدم کی جنت (جس سے ان کو نکالا گیا تھا) دنیا کے باغوں میں سے ایک باغ تھا وہ جنت الخلد نہ تھی (ورنہ اس سے کبھی باہر نہ آتے)۔

جنت و جہنم کا بیان:

جنت اور جہنم کے وجود پر اس طرح ایمان لانا واجب ہے جس طرح پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے وارد ہے (کہ جنت میں ظاہری حظوظ و لذائذ اور جہنم میں خسی تکالیف و شدائد ہونگے) لہذا جنت کی معلومات حقہ اور جہنم کی معلومات باطلہ یا جنت کی اخلاق حسہ اور جہنم کی اخلاق رؤیہ سے تامل کرنا سراسر کفر و الحاد ہے بلکہ یہ عقیدہ رکھنا بھی واجب ہے کہ وہ اس وقت پیدا ہو چکی ہیں اور موجود ہیں نہ یہ کہ بعد میں پیدا کی جائیں گی۔ حضرت امام رضا علیہ السلام سے منقول ہے فرمایا کہ جو شخص جنت و جہنم کے پیدا شدہ ہونے کا انکار کرے وہ آیات قرآنیہ اور معراج نبوی کا منکر ہے (کیونکہ پیغمبر

یمهلون الی یوم القیامة لا یتعمون ولا یعدون۔

و یجب ان تعتقد ان للہ فی الدنیا جنة و ناراً سوی جنة الخلد بل ورد فی الخیر عن الرضا علیہ السلام ان جنة آدم كانت ایضاً جنة الدنیا لا جنة الخلد

و یجب الاذعان بالجنة و النار علی حسب ماورد عن صاحب الشرع و تأویلہما بالمعلومات الحقة و الباطلة و الاخلاق الحسنة و الردیة کفرو الحاد بل یجب الاذعان بكونہما مخلوقین بالفعل لا انہما سیخلقان بعد ذالک و قدورد عن الرضا ان من انکر ذالک فهو

اسلام نے شب معراج بہت دنار کو نکشم خود دیکھا تھا)
اور ایسا شخص کافر ہے۔

عقیدہ رجعت کا بیان:

رجعت پر ایمان رکھنا واجب ہے کیوں کہ یہ
اعتقاد شیعہ مذہب کی خصوصیات میں سے ہے اور
سُنی و شیعہ میں ائمہ اہل بیت سے اس کا ثابت ہونا
مشہور و مسلم ہے، ان ذوات مقدسہ سے مروی ہے
کہ جو شخص ہماری رجعت پر ایمان نہیں رکھتا وہ ہم
سے نہیں ہے (یعنی ہمارے مذہب سے خارج ہے)
جو کچھ اخبار و آثار سے واضح و آشکار ہوتا ہے وہ یہ
ہے کہ خداوند عالم جناب قائم آل محمدؑ کے زمانہ ظہور
کے وقت یا اس سے کچھ پہلے کامل الایمان لوگوں کی
ایک جماعت کو دنیا میں لوٹائے گا۔ تاکہ ائمہ اطہار
کی زیارت کر کے اور ان کی حکومت و سلطنت دیکھ
کے ان کی آنکھیں ٹھنڈی ہوں اور کفار و مخالفین کی
ایک جماعت کو بھی دنیا میں لایا جائے گا تاکہ آخرت
سے پہلے ان سے دنیا میں انتقام لیا جاسکے مگر دونوں
فریق کے جو مستضعف لوگ ہیں وہ قیامت سے
پہلے محسوس نہیں ہوں گے۔

اور جہاں تک ائمہ اطہار کے رجوع کا تعلق
ہے تو بہت سے اخبار جناب امیر اور جناب امام
حسین علیہما السلام کے رجوع کرنے پر دلالت کرتے
ہیں اور بعض اخبار و آثار جناب رسول خدا اور

منکر لآیات و لمعراج النبی و هو
کافر

و یجب ان تؤمن بالرجعة فانها
من خصائص الشيعة و اشتهر ثبوتها
عن الائمة بين الخاصة و العامة و
قد روى عنهم ليس منا من لم يؤمن
بكرتنا والذي يظهر من الاخبار هو
ان يحشر الله تعالى في زمن القائم
عليه السلام او قبله جماعة من
المؤمنين لتقرا عينهم برؤية المنتهم
و دولتهم و جماعة من الكافرين و
المخالفين للانتقام عاجلاً في الدنيا
و اما المستضعفون من الفريقين فلا
يرجعون الى يوم القيمة الكبرى و
اما رجوع الائمة فقد دلت الاخبار
الكثيرة على رجعة امير المؤمنين و
كثير منها على رجعة الحسين و دل
بعض الاخبار على رجوع النبی و

دوسرے ائمہ خدائی کے رجوع کرنے پر بھی دلالت کرتے ہیں۔ باقی رہی یہ بات کہ ان ذوات کا رجوع فرمانا جناب قائم آل محمد کے زمانہ میں ہوگا یا اس کے بعد یا اس سے کچھ پہلے؟ اس سلسلہ میں اخبار میں اختلاف ہے لہذا واجب یہ ہے کہ بعض لوگوں اور بعض ائمہ علیہم السلام کے رجوع کرنے پر اجمالی ایمان رکھا جائے اور تفصیلات کا علم انہی ذوات عالیہ کے سپرد کیا جائے۔ اس سلسلہ میں جو اخبار وارد ہیں وہ میں نے ”بحار الانوار“ (جلد ۳ طبع قدیم) میں درج کر دیئے ہیں اور اس موضوع پر میں نے ایک مستقل رسالہ بھی لکھا ہے۔

قیامت کبریٰ کا بیان:

یہ اعتقاد رکھنا واجب ہے کہ خداوند عالم بروز قیامت تمام لوگوں کو محشور فرمائے گا اور ان کی روحوں کو ان کے اصلی بدنوں میں داخل فرمائے گا، اس حقیقت کا انکار کرنا یا اس کی کوئی ایسی تاویل کرنا جو اس کے اس ظاہری مفہوم کے انکار کا باعث ہو، جیسا کہ بعض ملحدین سے سنا جاتا ہے، بالاتفاق کفر والحاد ہے، قرآن کا اکثر و بیشتر حصہ قیامت کے ثابت کرنے اور اس کا انکار کرنے والوں کے کفر کا بیان

سائر الانس و اما کون رجوعہم فی زمان القائم او بعدہ او قبلہ فالأخبار فیہ مختلفة فیجب ان تقریر رجعة بعض الناس و الائمة علیہم السلام مجملًا و تردد علم ما ورد من تفاصيل ذلک الیہم و قد وردت الاخبار الواردة فیہا فی کتاب ”بحار الانوار“ و کتبت رسالة مفردة ایضاً فی ذلک۔

و یجب ان تعتقد ان اللہ یحشر الناس فی القیامة و یرد ارواحہم الی الاجساد الاصلیة و انکار ذلک و تأویلہ بما یوجب انکار ظاہرہ کما یسمع عن بعض الملاحدة کفرو الحاد اجماعاً و اکثر القرآن

لہم نے بھی بقدر ضرورت رجعت کے موضوع پر احسن الفوائد فی شرح العقائد میں سیر حاصل تہرہ کر دیا ہے۔ وہاں رجوع کیا جائے۔ (مذ غنی عنہ)

وارد فی اثبات ذالک و کفر من انکرہ ولا تلفت الی شبہ الحکماء فی ذالک من نقی اعاده المعلوم و تاویل الایت والاخیر بالمعاد الروحانی

و یجب ان تدعن بحقیقۃ الحساب و تطایر الکتب یمیناً و شمالاً و ان اللہ تعالیٰ

وکلّ بکل انسان ملکین احدهما عن یمین الانسان و الآخر عن شماله و یکتب صاحب الیمین الحسنات و صاحب الشمال

کرنے کے متعلق وارد ہے۔ حکماء و فلاسفہ اس سلسلہ میں جو شکوک و شبہات پیش کیا کرتے ہیں کہ معدوم کا اعادہ محال ہے یا اس سلسلہ کی آیات و روایات کی صرف معاد روحانی کے ساتھ تاویل کرتے ہیں تم ان کی طرف کوئی توجہ اور التفات نہ کرو۔

حساب و کتاب کا بیان:

یہ اعتقاد رکھنا بھی واجب ہے کہ ہرگز قیامت حساب کتاب کا ہونا اور عامہ ہائے اعمال کا دائیں بائیں ہاتھوں میں دیا جانا برحق ہے (یعنی نیکوکاروں کے نامہائے اعمال ان کے دائیں ہاتھ میں اور بدکاروں کے اعمال نامے بائیں ہاتھ میں دیئے جائیں۔)

کراما کا تبیین کا بیان:

خداوند عالم نے ہر شخص کے ساتھ دو فرشتے موكل فرمائے ہیں ایک دائیں طرف دوسرا بائیں طرف، دائیں طرف والا فرشتہ انسان کی نیکیاں لکھتا ہے اور بائیں جانب والا بُرائیاں، دن کے فرشتے الگ ہیں اور رات کے الگ، دن والے

لہم نے "احسن الفوائد فی شرح العقائد" میں ان تمام شکوک و شبہات کے مدلل و مکمل جوابات علوم قدیمہ و جدیدہ کی روشنی میں پیش کر دیے ہیں۔ اس کی مفصل بحث کو دیکھنے کے خواہش مند حضرات اس کتاب کی طرف رجوع فرمائیں۔ نیز قیامت کبریٰ اور اسکے بعد اس باب کے اختتام تک جو عقائد سرکار علامہ مجلسی نے مجملہ بیان فرمائے ہیں انکی تفصیلات احسن الفوائد میں دیکھی جاسکتی ہیں۔ (منہ غشی عنہ)

فرشتے دن بھر کے اعمال لکھتے ہیں اور جب دن ختم ہو جاتا ہے تو وہ چلے جاتے ہیں، اور رات والے آجاتے ہیں جو رات کے اعمال لکھتے ہیں، خبردار! ان کی کوئی تاویل نہ کرنا جیسا کہ آج کل سنیے میں آتا ہے کیوں کہ ایسا کرنا صریح کفر ہے۔

شفاعتِ نبی و امام کا بیان:

جناب رسول خدا اور ائمہ ہدیٰ کی شفاعت و سفارش پر ایمان رکھنا واجب ہے اور یہ کہ خدا کسی اچھے کام پر انعام و اکرام کا وعدہ کر کے وعدہ خلافی نہیں کرتا، ہاں البتہ اگر کسی نے کام کرنے پر سزا کی دھمکی دے کر توبہ (یا شفاعت وغیرہ) سے وہ سزا موقوف کر دے اور (گنہگار) اہل ایمان کو معافی دے دے تو یہ ممکن ہے کیونکہ وہ اپنے وعدہ کے مطابق توبہ کو قبول کرتا ہے (اور یہ اس کا فضل ہے) باقی رہے کفار و مشرکین اور اہل خلاف میں سے معاندین تو وہ ہمیشہ ہمیشہ جہنم میں رہیں گے۔ ہاں البتہ اہل خلاف میں سے جو لوگ مستضعفین ہیں ان کی نجات کا احتمال و امکان ہے۔ مستضعفین سے کمزور عقل والے اور وہ لوگ مراد ہیں جن کی عقلیں بچوں اور عام عورتوں جیسی ہوتی ہیں اور وہ لوگ جن پر (کسی نبی و امام یا کسی اور ہادی و رہنما کے ذریعے سے) کماحقہ نجات تمام نہیں ہوتی (یعنی

الشیئات ففی الیوم ملک ان یکتب ان
عمل الیوم فاذا انتہی الیوم یصعد ان
بعملہ و یحیی ملک ان یکتب ان عمل
اللیلہ و ایاک ان تاویلہما بما یسمع
فی زماننا فانہ کفر۔

و یجب ان تؤمن بشفاعة
النبی و الائمة و ان اللہ لا یخلف
و وعدہ بالثواب و یمکن ان
یخلف الوعد بان یغفر لمن
عصاه من المؤمنین من توبۃ و انه
یقبل التوبۃ مقتضی وعدہ و بان
الکفار و المعاندین من اهل الخلاف
مخلدون فی النار و ان
المستضعفین من اهل الخلاف
مرجون بامر اللہ یحتمل نجاتہم
بفضل اللہ و المستضعفون هم

ان تک آواز حق نہیں پہنچی) باقی رہے مومنین کرام تو وہ جنت الفردوس میں داخل ضرور ہو گئے اور ہمیشہ ہمیشہ اس میں (خوش و محرم) رہیں گے ہاں یہ الگ بات ہے کہ وہ یا تو بلا عذاب داخل جنت ہوں گے (اللہم اجعلنا منهم) یا عالم برزخ یا جہنم میں کچھ عذاب و عقاب کے بعد (اعاذنا اللہ منہ) مخفی نہ رہے کہ یہ شفاعت صرف ان لوگوں کے ساتھ مخصوص ہے جن کا عقیدہ درست ہوگا (مگر ان میں کچھ عملی کمزوریاں ہوں گی) ان کے علاوہ اور کسی کی شفاعت نہ ہوگی۔

حیط و تکفیر کا بیان:

جانتنا چاہئے کہ میرے نزدیک حیط (بعض سنگین قسم کے گناہ کرنے سے بعض نیکوں کا اکارت ہو جانا) اور تکفیر (بعض خاص اچھے کام کرنے سے برائیوں کا محو ہو جانا بعض معنوں کے اعتبار سے جن کی توسیع میں وضاحت کر دی گئی ہے ثابت ہیں) (وہو الحق عندی)۔ اس سلسلہ میں وارد شدہ اخبار و آثار حد احصاء و شمار سے زائد ہیں اور (علم کلام میں) ان کی نفی پر جو دلائل پیش کیے جاتے ہیں وہ سب کے سب بودے اور کمزور ہیں جیسا کہ ان میں غور و فکر کرنے والوں پر پوشیدہ نہیں ہے۔

ضعفاء العقول الضیاع و النساء
والذین لم یتم علیہم الحجۃ کما
ہی و ان المؤمنین یدخلون الجنۃ و
یخلدون فی الجنۃ اما بلا
عذاب او بعد عذاب فی عالم
البرزخ او فی النار و اعلم ان
الشفاعۃ مختصۃ بالمؤمنین لا
تعداہم۔

و اعلم ان الحیط و التکفیر
ثابتان عندی ببعض معانیہما و
الاخبار الذالۃ علیہما لا تحصی و لا
تتناہی و الدلائل الموردة علی
نفیہما ضعیفۃ کما لا یخفی علی
المتدبر فیہا

پہل صراط و میزان وغیرہ کا بیان:

پھر ان تمام حقائق پر ایمان رکھنا واجب ہے لازم ہے جو شرع اقدس کی زبان اطہر پر وارد ہوئے ہیں جیسے پہل صراط، میزان اعمال اور قیامت کے دوسرے حالات و کیفیات اور پر خطر و ہولناک مناظر و واقعات اور اپنی طرف سے ان حقائق کی کوئی سی تاویل کرنا جائز نہیں ہے، سوائے اس تاویل کے جو خود شریعت مقدسہ میں وارد ہوئی ہو کیونکہ کفر و الحاد کا پہلا زینہ ہی اپنے عقول ناقصہ اور آراء کا سدہ سے حقائق شرعیہ میں تصرف بیجا کرنا ہے۔ خداوند عالم ہمیں اور تمام اہل ایمان کو اس سے اور اس جیسی (غیر شرعی) حرکات سے اپنی پناہ میں رکھے۔ (آمین بجاہ النبی و آلہ الطاہرین)۔ والسلام علی من اتبع الهدی۔

ثم لا بدان تؤمن بكل ماورد
على لسان الشرع من الصراط و
الميزان و جميع احوال القيامة و
اهوالها و لا تأولها بشئ الا بماورد
تأويله عن صاحب الشرع فان اول
الكفر والالحاد التصرف في
النواميس الشرعية بالعقول الضعيفة
والاهواء الردية اعادنا الله وسائر
المؤمنين منها و من امثالها و
السلام على من اتبع الهدى.

الباب الثانی

فیما یتعلّق بِکَیْفِیَّةِ الْعَمَلِ

قد علمت یا علیلٰ ما اثبتناه
أولاً من لزوم متابعة اهل بیت
العصمة صلوات اللہ علیہم فی
اقوالہم و التدبیر فی اخبارہم و
آثارہم

فاعلم ان الخیر کل الخیر
وجدناه فی اخبارہم وما من
حکمة من الحکم الالہیة الا وهی
مصرحة مشروحة لمن اتاها بقلب
سليم و عقل مستقیم لم یعوج عقله
بسُلوک طرق الضلال و
العمی ولم یأنس فیہم باطوار
اهل الزیغ والردی و طریق
الوصول الی النجاة والفوز
بالسعادات ظاهرة بینہ فیہا لمن
رفع غشاوة الهوی عن بصیرتہ و
توسل الی ربہ فی تصحیح نیتہ و قد

دوسرا باب

کیفیتِ عمل کے بیان میں:

دوستِ من! قبل ازیں خانوادہ عصمت و
طہارت کے اقوال و افعال میں ان کی پیروی کرنے
اور ان کے اخبار و آثار میں غور و فکر کرنے کے متعلق
ہم جو کچھ لکھ چکے ہیں وہ تم معلوم کر چکے ہو۔
احادیثِ اہل بیت کی فضیلت کا تذکرہ:

اب تمہیں یہ بھی معلوم ہونا چاہیے کہ ہم نے ہر
قسم کی خیر و خوبی کو اس خانوادہ کے اخبار و آثار میں پایا
ہے کیونکہ حکم الہیہ و معارف ربانیہ میں سے کوئی
حکمت و معرفت کی بات ایسی نہیں جو ان میں پوری
شرح و بسط کے ساتھ موجود نہ ہو بشرطیکہ انسان عقل
سليم و طبع مستقیم کے ساتھ ان کا مطالعہ کرے اور
ظلمات و گمراہی کے راستوں پر گامزن ہو کر اپنی عقل
و فکر کو سچ نہ کر لے اور اپنی خدا واد فہم و فراست کو سچ فہم
و گمراہ لوگوں کے اخلاق و اطوار سے مانوس نہ کرے
ان (اخبار) میں دین و دنیا کی ابدی سعادت تک
چنچنے کا راستہ ہر اس شخص کیلئے واضح و آشکار ہے جو
اپنی چشم بصیرت سے خواہشاتِ نفسانیہ کی پٹی
اتار دے اور اپنی نیت کو صحیح و خالص کرنے کیلئے اپنے
پروردگار سے متصل ہو۔ چنانچہ خداوندِ عالم
فرماتا ہے کہ جو لوگ ہمارے متعلق کد و کاوش کرتے

ہیں ہم ان کو اپنے راستے دکھا دیتے ہیں اور یہ بات خدائے تعالیٰ کیلئے ناممکن ہے کہ وہ وعدہ کر کے وعدہ خلافی کرے بشرطیکہ یہ آنے والا خدا کے پاس ان راستوں سے آئے جن سے آنے کا اس نے حکم دیا ہے۔

سوالک الی اللہ کے فرائض و وظائف کا بیان: پس سب سے پہلے جو چیز سالک الی اللہ پر واجب و لازم ہے وہ یہ ہے کہ اپنی نیت کو صحیح و خالص کرے کیونکہ تمام اعمال و افعال کے قبول و کمال کا دار و مدار نیتوں کے درجہ و مرتبہ پر ہے اور یہ چیز خدا کے ساتھ توسل و تمسک کرنے، شیطان کے شر اور خواہشات نفسانیہ کے غلبہ سے پناہ مانگے بغیر حاصل نہیں ہو سکتی پھر سالک کو چاہیے کہ اس بلند مقصد کی عظمت اور اس بات میں غور و فکر کرے کہ۔

وہ ایک بار اس دار فانی سے دار جاودانی کی طرف منتقل ہو جانے کے بعد پھر ہرگز یہاں واپس

قال اللہ تعالیٰ والذین جاهدوا فینا لنہدینہم سبلنا و محال ان یخلف اللہ وعدہ اذا اتی اللہ من الابواب التی امر اللہ تعالیٰ ان یوتی منها

فالذی یجب اولاً للسالك

الی اللہ ان یتصح نیتہ لان مدار

الاعمال فی قبولہا و کمالہا علی

مراتب النیات ولا یتأتی ذالک الا

بالتوسل التام بحجابہ تعالیٰ والا

ستعاذہ من شر الشیاطین و غلبۃ الا

ہواء ثم یتفکر فی عظم هذا المقصد

الاقصی و یتفکر فی انہ بعد ذہابہ

عن هذه النشأة لا یتأتی له الرجوع

الیہا لتدارک ما قد فات منہ

۱۔ اور وہ ہیں سرکار محمد و آل محمد علیہم السلام۔ ارشاد قدرت ہے: والذین یوتون من ابوابہا گھروں میں ان کے دروازوں سے آؤ اور جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں: انا مدینۃ العلم و علی بابہا فمن اراد العلم فلیات من الباب: میں علم و فضل کا شہر ہوں اور علی اس کا دروازہ ہیں جو شخص میرے شہر علم و معرفت میں داخل ہونا چاہتا ہے اسے چاہیے کہ اس کے دروازے سے آئے

بمصلحتی برساں خویش را کہ دین ہمہ اوست

اگر یہ اوست رسیدی تمام بولگی است (من علی عنہ)

و يحذر عن المحشر العظمیٰ
والمصيبة الكبرى ثم يتفكر في فناء
هذه الدنيا و تقلب احوالها و عدم
الاعتماد عليها و علی عزها و
فخرها و لیر جمع فی اثناء هذه
التفکرات الی ماورد عن النمة
الهدی فی ذالک لا الی کلام غیر
هم لان لها لصدورها عن منابع
الوحی والا لہام تالیراً غریباً لیس
لکلام غیر ہم و ان کان المضمون
واحداً و ایضاً کلام غیر ہم
کالغزالی و ابو طالب المکی و
اضرابہما مشتمل علی حق و باطل
و انہم یسؤلون باطلہم فی اثناء
ذکر الحق فی نظر الناظرین الی
کلامہم لیدخلوہم فی حبالہم و
مصائدہم

نہیں لوٹ سکے گا تاکہ تلافی یافت کر سکے
اور محشر عظمیٰ کی ہولناکی اور مصیبت گہری کی
خوفناکی سے ڈرے اور اس کے شدائد سے بچاؤ کی
ابھی سے تدبیریں کرے پھر اس دار دنیا کے فنا
ہو جانے، اس کے حالات کے ادا لئے بدلنے، اس
پر اور اس کی (چند روزہ) عزت و عظمت پر اعتقاد و
اعتبار نہ کرنے پر بھی غور و فکر کرے اور اسے چاہیے
کہ ان تفکرات و تدبیرات کے سلسلہ میں دوسرے
لوگوں کے کلام پر بھروسہ کرنے کی بجائے ائمہ اطہار
کے کلام حق ترجمان پر اعتقاد کرے کیونکہ مہبط وحی
والہام سے صادر ہونے کی وجہ سے اس کلام میں وہ
عجیب و غریب تاثیر پائی جاتی ہے جو دوسروں کے
کلام میں نہیں پائی جاتی، اگرچہ دونوں کا مضمون
ایک ہی ہوتا ہے۔ نیز غزالی اور ابو طالب مکی
(وغیرہ) (مدعیان معرفت صوفیہ) کا کلام حق و
باطل دونوں پر مشتمل ہوتا ہے، یہ لوگ عامۃ الناس
کو اپنے دام ترویج میں پھنسانے کے لیے حق کے
ساتھ باطل کی بھی آمیزش کر دیتے ہیں۔

۱۔ اس لیے اس زندگی کو غنیمت سمجھے اور اپنی عاقبت و آخرت کو سنوارنے و سدھارنے کے لیے جس قدر
ہوسکتا ہے پوری جدوجہد کرے۔

خواہی کہ روز محشر عظمیٰ خندہ بابت

امروز از مصیبت فردا گریستن (منہ غنی عنہ)

۲۔ جس کی وجہ سے ان کا کلام ناقابل اعتبار ہو کر رہ جاتا ہے، اس کے برعکس کلام اہل بیت سراسر حق و
صداقت ہے اور اس میں باطل کا کہیں نام و نشان تک بھی نہیں ہے۔ (منہ غنی عنہ)

نیت کی حقیقت اور اس کے اقسام کا بیان؟

جاننا چاہئے کہ نیت کی حقیقت وہ نہیں جو عام لوگوں کے درمیان مشہور ہے یعنی کسی چیز کا دل میں تصور کرنا اور پھر عربی یا عجمی الفاظ کا زبان پر جاری کرنا بلکہ دراصل نیت اس جذبہ کا نام ہے جو انسان کو کسی کام کے کرنیکی تحریک کرتا ہے اور اس پر آمادہ کرتا ہے اور یہ نفس انسانی میں ایک ایسا پوشیدہ امر ہے جس پر سوائے ان لوگوں کے جو خدا کی اطاعت گزاری میں بہت جدوجہد کرتے ہیں اور جن کو خدا نے بموجب آیت کریمہ ”خدا نے اس (نفس) کو بدکاری اور نیکی کاری کا الہام کر دیا ہے۔“ نفس کے جملہ عیوب و نقائص اور اس کی تمام بیماریوں سے آگاہی عطا کی ہے اور کوئی شخص مطلع نہیں ہو سکتا اور یہ نیت انسان کی اسی حالت کے تابع ہوتی ہے جس پر وہ قائم ہوتا ہے جیسا کہ ارشاد خداوندی: قُلْ كُلٌّ لِنَاظِرٍ“ کہہ دو کہ ہر شخص اپنی شاکلہ (نیت) کے مطابق عمل کرتا ہے“ کی تفسیر میں وارد ہے (کہ شاکلہ سے مراد نیت ہے) اور یہ بات صاحبان فہم و تدبر پر پوشیدہ نہیں ہے۔ (اس مطلب کو ایک مثال سے یوں سمجھئے کہ) ایک شخص ہے جس کا طور و طریقہ اور عادت دنیائے دُلوں کی محبت اور اس کی ہوس و حرص ہے اس لیے وہ جب بھی کوئی اچھا یا بُرا کام کرتا ہے تو اس سے اس کی اصلی غرض و غایت دُنیا کی جمع آوری

ثُمَّ اعْلَمْ أَنَّ النِّيَّةَ لَيْسَتْ هِيَ مَا
اِشْتَهَرِيْنَ النَّاسُ مِنْ خُطُوْرِ الْيَالِ
وَالْتَلَفُظِ بِهَا بِالْفَاظِ عَرَبِيَّةٍ اَوْ عَجْمِيَّةٍ
بَلْ هِيَ الدَّاعِي اِلَى فِعْلِ الْاِنْسَانِ وَ
هِيَ اَمْرُكَا مِنْ فِى النَّفْسِ لَا يَطْلُعُ
عَلَيْهَا اِلَى الْمَجْدُوْنَ فِى طَاعَةِ اللّٰهِ
الَّذِى بَصُرَ هُمْ عِيُوْبَ النَّفْسِ وَ
وَدَوَّاعِيَهَا قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى فَالْهَمَهَا
فَجُورَهَا وَتَقْوَاهَا وَ هِيَ تَابِعَةٌ لِلْحَالِ
الَّتِى الْاِنْسَانُ مُقِيمٌ عَلَيْهَا كَمَا وَرَدَ
فِى تَفْسِيْرِ قَوْلِهِ تَعَالٰى قُلْ كُلٌّ يَعْمَلُ
عَلٰى شَاكِلَتِهِ وَهٰذَا ظَاهِرٌ لِمَنْ تَدَبَّرَ
فِيْهِ مَثَلًا اِذَا كَانَ رَجُلٌ شَاكِلَتُهُ وَ
طَرِيقَتُهُ وَ سَجِيَّتُهُ حُبُّ الدُّنْيَا وَ
الْحَرَصُ عَلَيْهَا وَلَا يَعْمَلُ عَمَلًا مِنْ
اَعْمَالِ الْخَيْرِ وَ الشَّرِّ اِلَّا وَ مَقْصُودُهُ
الْاَصْلٰى مِنْهُ حَيٰوَةُ الدُّنْيَا فَاِذَا صَلَّى
كَانَ الْبَاعِثُ لَهُ عَلَيْهِ اَنَّهُ اِذَا اَخْلَ

ہوتی ہے، مثلاً جب وہ نماز پڑھتا ہے تو اس کا محرک یہ جذبہ ہوتا ہے کہ اگر وہ نماز نہیں پڑھے گا تو اس کا دنیاوی نقصان ہوگا اور جب وہ شراب پیتا ہے تو بھی اس لیے کہ اس سے دنیا کے حصول میں اسے مدد ملتی ہے۔ وعلیٰ ہذا القیاس، جب کسی شخص پر بادشاہوں کی محبت اور ان کا قرب حاصل کرنے کا ذوق و شوق غالب ہو تو وہ جب بھی کوئی کام کرتا ہے تو پہلے یہ دیکھتا ہے کہ آیا اس کام کو ان کا تقرب حاصل کرنے میں کچھ غل ہے؟ اس بات کا ثبوت یہ ہے کہ وہ ان بہت سے کارہائے خیر کو بجا نہیں لاتا جو بادشاہوں کی طبیعت کے موافق نہیں ہوتے۔

نیت کے معاملہ میں لوگوں کے اختلافِ مراتب کا بیان:

جب تم یہ معلوم کر چکے تو اب تمہیں یہ بھی معلوم ہونا چاہیے کہ نیت کے معاملہ میں لوگوں کے درجات و مقامات یکساں نہیں بلکہ مختلف ہیں۔

پہلی قسم: بعض لوگ وہ ہیں جن پر شقاوت و بدبختی کا غلبہ ہوتا ہے جیسا کہ ابھی اوپر ہم نے اشارہ کیا ہے کہ وہ جب بھی کوئی عمل کرتے ہیں تو مذکورہ بالا اغراضِ فاسدہ میں سے کوئی نہ کوئی دنیاوی غرض فاسدان کے پیش نظر ہوتی ہے، ایسے لوگ اگر اس بُری حالت کے دور کرنے میں کد و کاوش نہیں کریں گے تو رفتہ رفتہ ان کی شقاوت یہاں تک پہنچ جائے گی کہ وہ اپنے دین و دیانت اور اصولِ عقائد کو بھی خیر

بالصلوة یخلّ ذالک بدنیاه و اذا شرب الخمر یشرّب لانه یعینہ علیٰ دنیاه و ہکذا و اذا غلب علیٰ احدی حبّ الملوک و التقرب عندهم لا یعمل شیئاً الا و ہو یلاحظ ان یكون لهذا العمل مدخل فی التقرب الیہم و القرینۃ علیٰ ذلک انه یترک کثیراً من اعمال الخیر لا یوافق طباعہم فاذا تفتطنت لذلک

فاعلم ان للناس فی نیاتہم منازل و درجات

فمنہم من غلب علیہم شقوتہم کما اشرنا الیہ و لیس المنظور فی اعمالہم الامثال ما ذکرنا من الامور الفاسدۃ و هذا اذا لم یسع فی ترک تلک الحالۃ یتدرج فی الشقاوۃ الی ان یترک دینہ و عقائدہ ولا یرجی غیرہ ابدًا

باد کہہ دیں گے اور پھر ان کی اصلاح احوال کی کوئی
امید باقی نہیں رہ جائے گی۔

دوسری قسم: وہ لوگ ہیں جو سابقہ (پست ترین
درجہ سے) قدرے بلند ہیں ان کے دل میں دنیا و
آخرت ہر دو کی محبت راسخ ہے ان کا گمان ہے کہ یہ
دونوں باہم جمع ہو سکتی ہیں لہذا وہ (ان دونوں کا
دامن تھامنے کی کوشش کرتے ہیں) مگر چونکہ وہ
توازن قائم نہیں رکھ سکتے اسلئے جب کبھی آخرت کی
محبت کا غلبہ ہو جاتا ہے تو اس کیلئے عمل شروع کر دیتے
ہیں اور جب حب دنیا غالب آ جاتی ہے تو اس کی
خاطر عمل کرنے لگ جاتے ہیں، اگر ایسے لوگ اپنے
آپ کو اس درجہ سے بلند تر کرنے کی کوشش نہیں کریں
گے تو بہت جلد وہ پہلے درجہ والے لوگوں کے زمرہ میں
داخل ہو جائیں گے۔ (خدا نہ کرے کہ ایسا ہو)

تیسری قسم: وہ لوگ ہیں جن کے دل و دماغ پر
خدا کے عذاب و عقاب کا خوف مسلط ہے، ان لوگوں
نے جب خدا کے سخت عذاب اور اسکے دردناک
عقاب کے متعلق غور و فکر کیا تو دنیا ان کی نظروں میں
نیچ و پوچ ہو گئی اب وہ جس قدر اعمال صالحہ بجا لاتے
ہیں اور جس قدر اعمال شیعہ سے دامن بچاتے ہیں وہ
صرف اسی خوف عقاب کا نتیجہ ہے اگرچہ علی الاظہر
یہ عبادت صحیح ہے لیکن کامل نہیں ہے (بلکہ ناقص
ہے) حضرت صادق آل محمد علیہ السلام سے مروی

والثانی: من ارتفع عن هذه
الدرجة ففي نفسه حب الدنيا و
حب الآخرة معا ويزعم انهما
يجتمعان فقد غلب عليه حب
الآخرة فيعمل لها و هذا اذا لم
يرفع نفسه عن هذه الدرجة
يلحق عما قريب بالاول

والثالث: من غلب عليه خوف
عقاب الله و تنبه و تفكر في
شدید عذابه و الیم عقابه فصار
ذلك سبباً لحط الدنيا عن نظره
فهو يعمل كلما يعمل من
الاعمال الحسنة و يترك ما
يترك من الاعمال السيئة خوفاً
و هذه العبادة صحيحة علی
الاظہر و لكن ليس فی درجة

ہے فرمایا: یہ غلاموں والی عبادت ہے جو مالک کی سزا سے ڈر کر اطاعت کرتے ہیں۔

چوتھی قسم: وہ لوگ ہیں جن پر اس بے پایاں اجر و ثواب حاصل کرنے کا شوق غالب ہے جو خدائے تعالیٰ نے جنت الفردوس میں نیکو کار لوگوں کیلئے مہیا کر رکھا ہے چنانچہ وہ اسی ثواب کے حصول کی غرض سے (شب و روز) خدا کی عبادت کرتے ہیں۔ روایت میں وارد ہے کہ یہ مزدوروں (اور تاجروں) والی عبادت ہے، یہ سابقہ (تیسری قسم) کے قریب ہے (جو علی الاظہر صحیح تو ہے مگر کامل عبادت نہیں ہے بلکہ ناقص ہے۔)

پانچویں قسم: وہ لوگ ہیں جو صرف اس لیے خدا کی عبادت کرتے ہیں کہ خدا (اپنے ذاتی کمالات اور عظیم نعمات کی وجہ سے) لائق عبادت ہے، یہ صدیقین کا درجہ ہے۔ چنانچہ جناب امیر المومنین (خدا کو خطاب کر کے) کہتے ہیں: میں نے تیری جہنم کے خوف یا تیری جنت کے شوق میں تیری عبادت نہیں کی بلکہ صرف تجھے لائق عبادت سمجھ کر تیری عبادت کی ہے۔“

حضرت صادق علیہ السلام سے منقول ہے فرمایا: یہ آزاد لوگوں والی عبادت ہے، یہ دعویٰ (جو جناب امیر نے فرمایا ہے) انہی ذوات مقدسہ کے شایان شان ہے اگر کوئی اور شخص یہ دعویٰ کرتا ہے تو وہ قاتلِ سماعت

الکمال و قد ورد عن الصادق علیہ السلام انہا عبادۃ العبد۔

الرابع: انه قد غلب علیہ الشوق الی ما اعد اللہ للمحسنین فی الجنة فیعبد اللہ لطلب تلک الامور و قدور د فی الخیر انہا عبادۃ الاجراء و هذا قریب من السابق

والخامس: انه یعبد اللہ لانه اهل للعبادة و هذه درجة الصديقين و قد قال امیر المومنین ما عبد تک خوفاً من نارک ولا طمعاً فی جنتک بل وجدتک اهلاً للعبادة فعبدتک و قد ورد عن الصادق انہا عبادۃ الاحرار ولا یسمع هذه الدعوی من غیر ہم اذ لایکون هذا الا لمن یعلم من

نہیں ہے کیونکہ ایسا دعویٰ وہی شخص کر سکتا ہے جس کو اپنے متعلق یہ یقین ہو کہ اگر بالفرض خدا نے جنت و دوزخ پیدا ہی نہ کی ہوتی بلکہ پناہ بخدا، اگر ایسا ہوتا کہ گنہگار کو جنت میں اور نیکوکار کو جہنم میں داخل کیا جاتا تب بھی وہ (جنت و جہنم کے تصور سے بالاتر ہو کر) خدا کی اطاعت ہی کرتا کیونکہ وہ عبادت و بندگی کے لائق ہے۔

نفسہ اَنَّهُ لَوْ لَمْ يَكُنْ لِلَّهِ جَنَّةٌ وَلَا نَارٌ لَّوْ كَانَ وَالْعِیَازُ بِاللَّهِ الْعَاصِیُ فِی الْجَنَّةِ وَالْمَطِیْعُ فِی النَّارِ لَا خِتَارَ اِلَّا طَاعَةٌ لَّانَهُ تَعَالٰی اَهْلُ لَهَا.

چھٹی قسم: وہ لوگ ہیں جو شکرگزاری کے جذبے کے ماتحت خدا کی عبادت کرتے ہیں کیوں کہ جب وہ اپنے خالق و مالک کی نعمات غیر متناہیہ کو دیکھتے ہیں تو ان کی عقل فیصلہ کرتی ہے کہ ایسا محسن و منعم حقیقی اس بات کا حقدار ہے کہ اس کے ان انعامات کی وجہ سے اس کی عبادت کی جائے۔

وَالسَّادِسُ: اَنَّهُ يَعْبُدُ اللّٰهُ فَانَّهُ يَلَاخِظُ نِعْمَةً تَعَالٰی الْغَیْرِ الْمَتَّاهِیَةِ فِیَحْكُمُ عَقْلُهُ بَاَنَّ هَذَا الْمَنْعَمُ یَسْتَحِقُّ لَانَ یَعْبُدُ لِنِعْمِهِ.

ساتویں قسم: وہ لوگ ہیں جو شرم و حیا کی وجہ سے خدا کی عبادت کرتے ہیں کیونکہ ان کی عقل و خرد یہ فیصلہ صادر کرتی ہے کہ اچھائیاں اچھی اور بُرائیاں بُری ہیں، وہ یہ بھی جانتے ہیں کہ خدائے علیم ان کے تمام حالات و کیفیات پر مطلع ہے اس لیے یہ شرم و حیا کی وجہ سے اس کی عبادت کرتے ہیں۔ (اور برائی سے اجتناب کرتے ہیں کہ اس کے سامنے کس طرح گناہ کریں) ثواب و عذاب کی طرف ان کی توجہ ہی نہیں ہوتی۔ لفظ "احسان" کی تفسیر میں جو وارد ہے کہ "خدا کی اس طرح عبادت کرو کہ گویا تم اسے دیکھ

وَالسَّابِعُ: اَنَّهُ یَعْبُدُ اللّٰهُ حِیَاءً فَانَّهُ یَحْكُمُ عَقْلُهُ بِحَسَنِ الْحَسَنَاتِ وَ قُبْحِ السَّیِّئَاتِ وَ یَعْلَمُ اَنَّ اللّٰهُ تَعَالٰی مُطْلِعٌ عَلَیْهِ فِیْ جَمِیْعِ اَحْوَالِهِ فَهَذَا یَعْبُدُهُ حِیَاءً وَلَا یَلْتَفِتُ اِلَیْ ثَوَابٍ وَلَا عِقَابٍ وَ اِلَیْهِ یُشِیرُ مَاوَرِدُ فِی تَفْسِیْرِ الْاِحْسَانِ اَنَّ تَعْبُدَ اللّٰهُ كَاَنَّكَ

رہے ہو اور اگر تم اسے نہیں دیکھ رہے تو وہ تو ضرور تمہیں دیکھ رہا ہے۔“ اس میں اسی (بلند) مرتبہ کی طرف اشارہ ہے۔

آٹھویں قسم: وہ لوگ ہیں جو خدا کی محبت کی وجہ سے اس کی عبادت کرتے ہیں (ظاہر ہے کہ) محبت کا مرتبہ کمال و جمال کا اعلیٰ و اکمل مرتبہ ہے اور یہ مرتبہ و مقام بوجہ محبت ہمیشہ اس کا ذکر کرنے، بکثرت عبادت بجالانے، اس کی (بے حساب) نعمتوں اور اپنے اوپر اس کے مہر و الطاف کو یاد کرنے سے حاصل ہوتا ہے اور جب محبت حاصل ہو جائے تو پھر (قانون قدرت و فطرت کے مطابق) محبوب کی مخالفت جائز نہیں ہوتی، (اس لیے وہ اس کی اطاعت کرتے ہیں) اور وہ اپنے کسی نفع و نقصان کی طرف متوجہ نہیں ہوتے ہیں۔

نویں قسم: وہ لوگ ہیں جو خدا کا قرب حاصل کرنے کی خاطر اس کی عبادت کرتے ہیں۔ ”قرب“ کے چند دقیق معنی ہیں جن میں سے بعض کی طرف ہم یہاں اشارہ کرتے ہیں کیونکہ خدا کے حق میں قرب زمانی و مکانی کا تو تصور بھی نہیں ہو سکتا (کیونکہ وہ زمان و مکان اور اجسام و ابدان کی قید سے آزاد ہے) پس اس قرب سے مراد یا تو درجہ اور کمال والا قرب ہے کیوں کہ نقص و عیب کی صورت میں آدمی خدا کی جانب سے انتہائی بعید ہوتا ہے اس

تراہ فان لم تکن تراہ فانہ یراک۔

الثامن: ان یعبده حیاً لہ ورتبۃ المحبۃ من اعلیٰ مراتب الکمال و ہی تحصل بدوام ذکرہ حیالہ و کثرة العبادۃ و تذکر نعم اللہ تعالیٰ علیہ و الطافہ الیہ و اذا حصلت المحبۃ لا یجوز مخالفتہ محبوبہ لحبہ ایاہ و لا ینظر الی نفع و لا ضرر۔

والناسع: انه یعبد تقریباً الیہ ای طلب القربۃ و للقرب معان دقیقۃ نشیر الی بعضها اذ لا یتصور فی شأنہ تعالیٰ القرب الزماني والمکانی فالمراد اما التقرب بحسب الدرجۃ والکمال اذ فی مراتب النقص لہ غایۃ البعد عن جناب لغایۃ کمالہ فاذا رفع عن

لیے کہ وہ کمال کے آخری درجہ پر فائز ہے لہذا جب آدمی اپنے سے بعض نقائص دور کر دے اور بعض کمالات سے متصف ہو جائے تو اس کا خدا سے یہ بُعد کم ہو جاتا ہے اور وہ بعض اخلاقی البیہ سے متعلق ہو جاتا ہے یا محبت معنوی اور یاد (محبوب) والا قرب مراد ہے کیونکہ جب محبت مشرق میں ہو اور اس کا محبوب مغرب میں تب بھی وہ ہمیشہ اس کے ذکر و فکر اور اس کی طرف سے سپرد شدہ خدمات کی بجا آوری میں مشغول رہتا ہے، ایسا محبت در حقیقت (باوجود بُعد مکانی) کے اپنے محبوب سے اس دشمن سے بدرجہا قریب تر ہوتا ہے جو اس کے پہلو میں بیٹھا ہے یہ حقیقت ہر قسم کے شک و شبہ سے بالاتر ہے کہ (قرب کے یہ) دونوں معنی عبادت کرنے سے حاصل ہوتے ہیں پس ممکن ہے کہ عبادت گزار کا مقصد ان دونوں معنوں کے اعتبار سے خدا کا قرب حاصل کرنا ہو۔ (مخفی نہ رہے کہ) قرب کے کچھ اور معانی بھی ہیں اور مذکورہ بالا درجات کے علاوہ نیت کے بعض اور غیر محدود درجے بھی ہیں مگر ہم نے بطور مثال صرف چند مراتب و مدارج کی طرف اشارہ کر دیا ہے تاکہ مومن سالک کو اس راستہ کے خطرات سے آگاہی حاصل ہو جائے اور خدا سے جو شل و تمسک حاصل کرے تاکہ وہ اسے اس راستہ کی حفاظتوں سے نجات عطا کرے یہاں تک کہ یہ

نفسہ بعض النقااص واتصف ببعض الکمالات قل بعده و تخلق ببعض اخلاقہ او القرب بحسب المصاحبة المعنویة والتذکر لمانہ اذا کان محباً فی المشرق و محبوبہ فی المغرب فهو علی الدوام فی ذکرہ مشغول بخدماتہ و الامور المفوضہ الیہ و هذا فی الحقیقة اقرب من العدو الذی ہو جالس بجانبہ ولا ریب ان هذین المعنیین الذین ذکرنا هما یحصلان من العبادة فیحکن ان یکون غرض العابد حصول هذین المعنیین وللقرب معان أخر وللنیة درجات اخر فیما بین المراتب الذی ذکرنا لا یتناهی و انا اشرنا الی بعضها علی سبیل التمثیل لیعرف المؤمن السالک الی اللہ خطر هذا الطريق و یتوسل الیہ لیسجیه من مهالک هذه المسالک حتی اذا دخل فی

زَمْرَةَ عِبَادِ اللَّهِ الْمُخْلَصِينَ مِنْ
شَرِّ الشَّيْطَانِ الرَّجِيمِ كَمَا قَالَ
تَعَالَى إِنَّ عِبَادِي لَيْسَ لَكَ عَلَيْهِمْ
سُلْطَانٌ

خدا کے ان مخلص بندوں کے زمرہ میں داخل
ہو جائے جو شر شیطان سے محفوظ ہوتے ہیں جیسا کہ
خدا تعالیٰ کا ارشاد ہے: ”(اے شیطان!) جو میرے
مخلص بندے ہیں ان پر تیرا کوئی قابو نہیں ہے“
(شیطان کی مثال عنوان)

وَلَنَعْمَ مِثْلُ الشَّيْطَانِ بِالْكَلبِ
الَّذِي يَكُونُ عَلَى ابْوَابِ النَّاسِ وَ
يُؤْذِي مَنْ يَدْخُلُ دَارَ مَالِكِهِ
لَا يُمْكِنُ دَفْعُهُ إِلَّا بِأَنْ يَنْهَرَهُ
الْمَالِكُ وَ يَزْجِرُهُ أَوْ يَعْلَمُ أَنَّ
الدَّخَلَ مِنْ أَصْدِقَاءِ صَاحِبِ الْبَيْتِ
فَكَذَا هَذَا الْكَلْبُ اللَّعِينُ مُؤَكَّلٌ عَلَى
بَابِ اللَّهِ تَعَالَى لَنَلَا يَدْخُلُهُ إِلَّا جَانِبٌ
وَمَنْ لَا يَلِيقُ بِشَقَاتِهِ بِالْذَّخُولِ فَيَدْ
فَإِذَا نَهَرَهُ صَاحِبُ الْبَيْتِ بِسَبَبِ
الِاسْتِعَاذَةِ الْعَبْدِ بِهِ مِنْ شَرِّهِ أَوْ عِلْمِ
أَنَّهُ مِنْ مَتَقَرِّبِي هَذِهِ الْحَضْرَةِ وَ مِنْ
خَوَاصِّ مَالِكِ الْمُلُوكِ وَ كَثِيرًا مَا
يَدْخُلُ هَذَا الْبَابَ وَ يَخْرُجُ مِنْهُ وَ لَهُ

شیطان کی بہترین مثال وہ ہے جو اسے
گھسے کے ساتھ دی گئی ہے جو اپنے مالک کے
دروازے پر بیٹھا ہوتا ہے لہذا جو شخص بھی اس کے
مالک کے گھر میں داخل ہونا چاہے وہ اسے (کاٹتا
اور) اذیت پہنچاتا ہے اور اس سے بچاؤ صرف اسی
صورت میں ہو سکتا ہے کہ مالک اسے ڈانٹ ڈپٹ
پلائے یا گھسے کو یقین ہو جائے کہ یہ آنے والا صاحب
خانہ کے دوستوں میں سے ہے (اس لیے اس کی
یہاں آمد و رفت رہتی ہے) بعینہ اسی طرح یہ ملعون
بھی (گویا) خدا کے دروازہ پر بیٹھا ہے، تاکہ اُس کی
بارگاہ میں اجنبی لوگ اور وہ لوگ جو اپنی شقاوت و
بدبختی کی وجہ سے اُس (گھر میں) داخل ہونے کے
الائق نہیں ہیں داخل نہ ہونے پائیں۔ پس جب بندہ
اس کے شر سے خدا کی پناہ طلب کرتا ہے اور خدا اسے
حیث کر دیتا ہے یا شیطان کو پتہ چل جاتا ہے کہ یہ
بندہ اُس بارگاہ کے صاحبانِ قُرب اور مالک
الملوک کے خواص میں سے ہے اور اس دروازہ پر
اس کی آمد و رفت کا سلسلہ جاری رہتا ہے اور یہ

صاحب خانہ سے مانوس و مایوس ہے تو یہ کتنا اسے کچھ نہیں کہتا۔ پس جب سالک الی اللہ خدا سے متمسک ہو اور بقدر طاقت و وسعت ابتدا ہی سے اپنی نیت کو صحیح کر لے یعنی صرف ان باتوں کو طلب کرے جن کے متعلق اسے یقین ہو کہ اس کی آخرت کی بھلائی ان میں مضمر ہے اور اس بات کی ہرگز پروا نہ کرے کہ اصل زمان اور جاہلان دوران اسے ”حشوی“ یا ”قشری“ یا ”زاحد خشک“ کہتے ہیں یا اس کو چاہل قرار دیتے ہیں، پس جب وہ اس مرتبہ پر فائز ہو جائے گا تو حق اس کے سامنے (روز روشن کی طرح) واضح اور جلوہ گر ہو جائے گا۔

حقیقی معلم کی تلاش:

بعد ازاں اسے چاہئے کہ (سب سے پہلے تو) اپنے لیے معلم و استاد وہ تلاش کرے جو اصل بیت کے کلام اور اخبار و آثار سے مانوس ہو اور ان کی حقانیت کا معتقد بھی ہو، نہ وہ جوان کے اخبار (احادیث) کی (ذاتی) رائے و خیال سے تاویل کرے بلکہ وہ ایسا ہو جس نے اپنے عقائد (ائمہ اطہار کے) اخبار کی روشنی میں درست کیے ہوں۔

علم دین طلب کرنے کا صحیح طریقہ:

اس وقت خدا کی رضا و خوشنودی حاصل کرنے کی نیت سے طلب علم شروع کرے اور اخبار اہل بیت میں داخل و تدبر کرے اور علم حاصل کرنے کا

انس بصاحب البیت لا يتعرض له
هذا الکلب فاذا توسل السالک
بجنابه تعالیٰ و صحیح نیتہ بقدر
الجهد فی بدو الامر بطلب ما یعلم
انه خیر اخرته فیہ و لا یبالی بان
یعدہ اهل الزمان و جهلة الدوران
حشویاً او قشریاً او زاحداً خشکاً
او ینسب الی الجهل و اذا کان
بهذه المنزلة یمیز له الحق عیاناً

فینبغی بعد ذالک ان یتغی
معلماً مستانساً بکلام اهل البیت و
اخبار هم معتقدا لها لامن یاوّل
الاخبار بالآراء بل من صحیح
عقائده من الاخبار

و یشرع فی طلب العلم ابتغاء
وجه الله و طلب مرضاته و بتدبر
فی اخبار اهل البیت و یكون مقصد

التحصيل العمل فلا العمل ينفع
بدون العلم كما ورد عن الصادق
عليه السلام ان العامل على غير
بصيرة كالسائر على غير الطريق لا
يزيده سرعة السير الا بعداً ولا
العلم ينفع بدون العمل و ايضاً لا
يحصل العلم بدون العمل كما روى
من عمل بما علم اورثه الله علم
ما لم يعلم وقد شبه العلم بالسراج
يكون مع السائر في طريق مظلم
اذا وقف ولم يمش لا يضي له الا
مقدار معلوم و كلما مشى يضي
له مقدار آخر فاعرفا لعلم يعين على
العمل والعمل يزيد في العلم

فينبغي ان يقسم يومه ثلاثة
اقسام في بعض اليوم يسعى لطلب
الرزق الحلال و في بعض اليوم
يتلذذ بالحلال و في بعض آخر
يشغل بالفرائض والسنن والتوافل

مقصد عمل کو قرار دے کیونکہ علم کے بغیر عمل کوئی فائدہ
نہیں دیتا جیسا کہ حضرت صادق آل محمد سے مروی
ہے فرمایا: جو شخص علم و معرفت کے بغیر عمل کرتا ہے وہ
ایسا ہے جیسے کوئی شخص غلط راستہ پر چلتا ہے کہ جوں
جوں تیز چلتا ہے (توں توں منزل مقصود) سے دور
سے دور تر ہو جاتا ہے، نیز حقیقی علم بھی عمل کے بغیر
حاصل نہیں ہو سکتا جیسا کہ روایت میں وارد ہے کہ جو
شخص اپنے علم پر عمل کرتا ہے تو خدا سے اس چیز کا علم
عطا فرما دیتا ہے جو وہ نہیں جانتا، علم کو اس چراغ سے
تشبیہ دی گئی ہے، جو اس آدمی کے ہاتھ میں ہو جو
تاریک راستے پر چل رہا ہے کہ جب وہ چلنا ترک
کر دے اور (ایک مقام پر) رک جائے تو صرف
تھوڑی سی محدود جگہ روشن ہوتی ہے مگر جب چلنا
شروع کر دے تو اور جگہ بھی روشن ہونے لگ جاتی
ہے۔ (الغرض علم و عمل میں چوبی دامن اور لازم و
مزموم والا رشتہ ہے) علم عمل کرنے پر اعانت کرتا ہے
اور عمل علم میں اضافہ کرتا ہے۔

تقسیم اوقات کا بیان:

پس (طالب علم) کو چاہیے کہ اپنے دن کو تین
حصوں پر تقسیم کر دے ایک حصے میں رزق حلال
کمائے دوسرے حصے میں حلال لذائذ سے لطف
حاصل کرے اور تیسرے حصے میں فرائض اور نوافل
بجالائے (جن میں علم بھی داخل ہے)

علوم و فنون حاصل کرنے میں ترتیب کا تذکرہ:

نیز طالب علم کو چاہئے کہ اصل مقصود بالذات علوم سے پہلے کچھ مقدار آئی و مقداتی علوم کی بھی حاصل کرے کیونکہ (علم قرآن) و حدیث میں ان کی ضرورت پڑتی ہے جیسے صرف، نحو اور کچھ تھوڑی سی منطق، کچھ تھوڑا سا اصول فقہ اور بعض فقہی کتب پھر (علم قرآن) اور حدیث میں اپنی پوری کوشش صرف کرے اور اسے اپنی توجہ کا مرکز بنائے اور کتب اربعہ (اصول و فروع کافی من لا یحضرہ الفقیہہ استبصار اور تہذیب الاحکام وغیرہ کتب مؤلفہ حضرت شیخ صدوق علیہ الرحمۃ کا مطالعہ کرے ہمارے پاس (بفضلہ تعالیٰ) کتب اربعہ کے علاوہ (حدیث) کی قریباً دو سو کتابیں موجود ہیں جن سب کو میں نے مع ان کی تشریح و توضیح کے کتاب "بحار الانوار" میں جمع کر دیا ہے۔ تم پر لازم ہے کہ اس میں گہری نظر ڈالو اور اس کی اتھار گہرائیوں میں غوطہ لگا کر اس سے استفادہ کرو کیونکہ وہ اسم ہاشمی ہے۔ (فی الواقع علوم و معارف آل محمدؐ کا بے پایاں سمندر ہے۔)

بعض اسرار الاحکام کا بیان:

اے برادر ایمانی! تمہیں معلوم ہونا چاہئے کہ ہر عبادت کی ایک روح ہوتی ہے اور ایک جسم اور ایک ظاہر ہوتا ہے اور ایک باطن، پس ان کا ظاہر

و ینبغی ان یحصل لبذہ من

العلوم الالیه لا فتقار علم الحدیث

الیہا کعلم الصرف و النحو و قلیلاً

من المنطق و قلیلاً من علم الاصول

و بعض الكتب الفقهية ثم یبذل

غایة الجهد فی علم الحدیث و

یطالع الكتب الاربعة و غیرها من

تصانیف الصدوق و غیرہ ولقد

اجتمع عندنا ماسوی الكتب

الاربعة نحو من مائتی کتاب و لقد

جمعتها و فسرتها فی کتاب "بحار

الانوار" فعلیک بالنظر و الخوض

فی لججہ و الاستفادة منه فانہ

بحر کما سقی بہ

ثم اعلم یا اخي ان لكل عیادة

روحاً و جسداً و ظاهراً و باطناً

فظاهرها و جسدها الحركات

المخصوصة و باطنها الاسرار

المقصودة منها والنمرات المرتبة
عليها و روحها حضور القلب
والاقبال عليها و طلب حصول ما
هو المقصود منها ولا تحصل
تلك النمرات الا بذلك كما
لصلوة التي هي عمود الدين جعلها
الله تعالى الفضل الاعمال البدنية و
رتب عليها آثاراً عظيمة قال الله
تعالى ان الصلوة تنهى عن الفحشاء
و المنكر و قال رسول الله الصلوة
معراج المؤمن ولا يترتب عليها
تلك النمرات الا بحضور القلب
التي هي روحها اذ الجسد بلا روح
لا يترتب عليه اثر و لهذا ترى
صلواتنا لا تنهانا عن الفحشاء
و المنكر ولا يحصل لنا بها العروج
عن تلك الدرجات الدنية الى
الدرجات العلية فان الصلوة
معجون الہی و مرکب سماوی
اذ لو حظت فيها شرائط عملها ينفع
لجميع الامراض النفسانية
والادواء الروحانية

(اور جسم) تو وہ حرکات مخصوصہ ہیں (جو ایک عبادت
گزار انجام دیتا ہے) اور اس کا باطن وہ اسرار و رموز
ہیں جو اس سے مطلوب ہیں اور وہ ثمرات ہیں جو اس
پر مرتب ہوتے ہیں اور اس کی روح ہے حضور قلب
اور اس عبادت کی طرف توجہ کرنا اور اصل مقصد کے
حاصل کرنے کی کوشش کرنا اور یہ ثمرات صرف اسی
(حضور قلب) سے حاصل ہوتے ہیں جیسے نماز جو
دین کا ستون ہے اور جسے خداوند عالم نے تمام بدنی و
جسمانی اعمال سے افضل قرار دیا ہے اور اس پر عظیم
آثار و نتائج مرتب فرمائے ہیں۔ چنانچہ خدا تعالیٰ
فرماتا ہے بالتحقیق نماز برائی اور ناشائستہ حرکات سے
روکتی ہے اور جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم
فرماتے ہیں نماز مؤمن کی معراج ہے مگر اس کے یہ
ثمرات صرف حضور قلب سے ہی حاصل ہو سکتے ہیں
جو کہ روح نماز ہے کیونکہ جسم بلا روح پر کوئی ثمرہ
مرتب نہیں ہوتا اس لیے تم دیکھتے ہو کہ ہماری نماز
بہیں برائی اور ناشائستہ حرکات سے نہیں روکتی اور نہ
ہی اس سے ہمیں پست درجات سے بلند درجات کی
طرف معراج ہوتی ہے کیونکہ نماز ایک ایسی خدائی
معبود اور آسمانی مرکب ہے کہ اگر اس کی
بیجا آوری کے جملہ شرائط و آداب کو ملحوظ رکھا جائے تو
یہ تمام نفسانی و روحانی امراض کے (ازالہ) کے لیے
مفید و سودمند ہے۔

بعض اسرار الصلوٰۃ کا بیان:

پس لازم ہے کہ جب (نماز گزار) آدمی افعال نماز میں سے کوئی فعل بجالائے تو اس کی جو اصلی غرض و غایت ہے اس کو پیش نظر رکھے مثلاً نماز سے پہلے جو (مستحی) دعائیں پڑھی جاتی ہیں ان کا اصلی مقصد یہ ہے کہ نفس انسانی چونکہ ان دنیوی امور میں جن کی بجا آوری اس کے لیے ناگزیر ہے مشغول ہونے کی وجہ سے وحشی ہو گیا ہے (یعنی خدا اور اس کے دین سے مانوس نہیں رہا) لہذا ضرورت تھی کہ نماز شروع کرنے سے قبل ان دعاؤں کے پڑھنے سے خدا کی بارگاہ سے مانوس ہو جائے۔ نیز من جملہ قبولیت نماز کے شرائط کے ایک شرط پر ہمیز گاری اور گناہوں سے اجتناب کرنا بھی ہے کیونکہ گناہوں کے ارتکاب سے انسان خدا سے دور ہو جاتا ہے اور خدا فرماتا ہے۔ اللہ سبحانہ، تو صرف متقیوں کے عمل کو قبول فرماتا ہے پس جب بندے نے نئے نئے اعمال کا ارتکاب کیا اور ان کی وجہ سے خدا کی بارگاہ سے بہت دور ہو گیا تو اب وہ نماز پڑھنے سے پہلے تضرع و زاری کرتا ہے کہ خدا اسے معاف کر دے اور اس کے جرائم سے درگزر فرمائے تاکہ وہ خدا کی عبادت کرنے اور اس سے مناجات (راز و نیاز کی باتیں) کرنے کے لائق ہو جائے اور نماز کے شروع میں جو تکبیریں کہی جاتی ہیں ان میں یہ حکمت پوشیدہ

فیلزم ان یکون الانسان متذکراً فی کل فعل من افعال الصلوٰۃ سرّ ذلك الفعل والغرض المقصود منه ففي الدعوات المتقدمة عليها ايناس للنفس التي استوحشت بسبب الاشتغال بالامور الدنیویة التي اضطرابها الانسان بحسب الحكم و المصالح لیکون عند الشروع فيها مستأنساً بحضارہ تعالیٰ وایضاً من شرائط قبولها التقویٰ والورع عن المعاصی اذ بار تکابها یبعد عن ساحة قربہ و قد قال اللہ انما یتقبل اللہ تعالیٰ من المتّقین ولما ارتکب العبد الاعمال السيئة و بعد بسببها غایۃ البعد یتضرع قبل الصلوٰۃ ان یغفر له و یصفح عن جرائمہ لیصیر اهلاً لان یعبده ویناجیه و فی التکبیرات تنزیہ لحضارہ تعالیٰ عن الشریک و المثل والنقص و عن ان یکون للعباد ادراکہ بالقوی الظاہرة والباطنة والعقول والافہام

وتذكر للعقائد الحقّة المستقر في
النفوس و في دعاء التّوجه تلقين
الاخلاص في النّية والاظہار لغاية
العبودية ورفع النظر عمّا سواه و
التوجه بسرّ الرّوہ الیہ و فی القراءة
مکالمۃ مع المحبوب الحقیقی و
مناجات بذكر محامدہ اولاً و
وصفہ بالاوصاف الکمالیۃ وسیلۃ
امام الحاجت ورعاۃ لاداب
المکالمات والمناجات ثم اظہار
العبودیۃ ثم التّخلی عن الحول
والقوة والاستعانة بہ فی جمیع
الامور خصوصاً فی العبادة ثم طلب
الہدایۃ الی صراط مستقیم و ہی
صراط النّبی والائمۃ فی جمیع
العقائد والاعمال والاخلاق
والطرق الی اللہ تعالیٰ و هذا
المطلب مشتمل علی جمیع
المطالب العالیۃ ثم الاستعاذۃ عن
صراط اعدائہم ویندرج فیہ جمیع
العقائد الباطلۃ والاخلاق الرذیۃ
والطرق المضلۃ و جمیع

ہے کہ خداوند عالم کی ذات کی شریک، مثل اور ہر قسم
کے نقص و عیب اور اس بات سے تنزیہ و تقدیس اور
پاکیزگی بیان کی جائے اور یہ کہ ظاہری و باطنی قوی
اور عقول و افہام سے اس کی اصل حقیقت تک رسائی
نہیں ہو سکتی نیز ان سے عقیدہ حق کی یاد تازہ ہو جاتی
ہے تاکہ وہ طبعیتوں میں راسخ ہو جائیں اور دعائے
توجہ (وجہت و جمعی للذی۔۔۔ الخ) میں خلوص نیت
کی تعلیم بندگی کا اظہار، ماسوی اللہ سے قطع نظر اور
خدا کی طرف مکمل توجہ و انقطاع کا اعلان کرنا مقصود
ہے۔ اور (حمد و سورۃ) پڑھنے میں محبوب حقیقی کے
ساتھ اس طرح یا ہی گفتگو و مناجات ہے کہ پہلے اس
کے محامد و مناقب اور اس کے اوصاف کمالیہ ذکر کیے
گئے ہیں تاکہ وہ حاجت برآری کا ذریعہ قرار پائیں
اور یا ہی گفتگو اور راز و نیاز عرض کرنے کے آداب
کی رعایت بھی مد نظر رہے، پھر اس میں بندگی کا
اظہار اور پھر اپنی طاقت و قوت سے بیزاری اور تمام
امور میں بالعموم اور ادائے عبادت میں بالخصوص خدا
سے مدد طلب کرنے اور پھر سیدھے راستے پر چلنے و
گامزن رہنے کا سوال ہے اور اس (صراط مستقیم)
سے مراد تمام عقائد و اعمال، اخلاق و اطوار اور خدا
تک پہنچانے والے راستوں میں سے سرکار محمد و آل
محمد علیہم السلام کا راستہ ہے اور یہ مطلب (صراط
مستقیم کی طلب) تمام مطالب عالیہ پر مشتمل ہے،

الفوق فانها جميعاً صراط
اعدائهم و كذا في الركوع
والسجود خضوع و تذلل لله تعالى
لدفع ما في الانسان من الكبر
والفخر والعجب فاصربان يضع
مكارم بدنه على التراب عند ربه
فكذا في كل فعل من الافعال جگم
جسيمة و مصالح عظيمة لا يفي
بشرحها الكتب العظيمة و قد ورد
في الاخبار لكل فعل من افعال
الصلوة اسرار غريبة و حكم
عجيبة و انما او مانا في هذا
المقام الى بعض منها من جهة
التمثيل والا لا يفي هذه الرسالة
و آلاف امثالها بشرح واحد
منها فينبغي ان يرجع الانسان
الى الاخبار الواردة فيها و في
اسرار جميع العبادات و
جگمها و ياتي بكل فعل على
وجهه ليكون كل فعل من افعاله

بھران ذوات مقدسہ کے دشمنوں کے راستہ سے خدا
کی پناہ مانگی گئی ہے اور اس میں تمام عقائد باطلہ،
اخلاقی رذیلہ، گمراہ کن راہیں اور ہر قسم کے فسق و فجور
داخل ہیں کیونکہ یہ سب چیزیں ان کے دشمنوں کا
راستہ ہیں۔ اسی طرح رکوع و سجود میں خداوند عالم کی
بارگاہ میں خشوع و خضوع اور اپنی ذلت و عاجزی کا
اظہار ہے تاکہ انسان میں جو کبر و نخوت ہے وہ دور
ہو جائے اس لیے اس کو یہ حکم دیا گیا ہے کہ وہ اپنے
جسم کے افضل و اعلیٰ اعضاء کو اپنے پروردگار کے
سامنے خاک پر رکھے اسی طرح افعال نماز میں سے
ہر فعل میں وہ عظیم الشان حکمتیں پوشیدہ ہیں کہ جن
کی تشریح بڑی بڑی کتابوں میں بھی نہیں ساسکتی۔ (تو
اس مختصر رسالہ میں ان کی کہاں گنجائش ہے) اخبار
میں نماز کے ہر فعل کے عجیب و غریب اسرار و رموز
بیان کیے گئے ہیں ہم نے اس جگہ صرف بطور مثال
بعض اسرار کی طرف اشارہ کر دیا ہے ورنہ یہ رسالہ کیا
ایسے ہزاروں رسائل بھی صرف ایک حکمت و مصلحت
کی تشریح و توضیح کے لیے کافی نہیں ہیں پس انسان کو
چاہیے کہ نماز بلکہ تمام عبادات کے اسرار و رموز کے
سلسلہ میں جو اخبار و آثار وارد ہوئے ہیں ان کی
طرف رجوع کرے اور ہر فعل کو کما حقہ، بجالائے تا

لہ ہم نے اپنی کتاب قوانین الشریعہ فی فقہ الجعفریہ میں ان اسرار احکام کا ایک اچھا خاصا ذخیرہ جمع کر دیا
ہے۔ (منہ غشی منہ)

کہ اس کا ہر فعل قرب خداوندی کا وسیلہ، نفس کی تکمیل کا سبب اور طریق نجات کا راہبر و راہنما قرار پاسکے۔
دُعا و مناجات کا تذکرہ:

پھر یہ بھی جاننا چاہیے کہ خدا تک پہنچنے کے جس قدر راستے ہیں اُن میں سے جو راستہ سب راستوں سے زیادہ قریب ہے وہ دُعا و مناجات والا راستہ ہے جیسا کہ بہت سے اخبار و آثار سے واضح و آشکار ہوتا ہے۔

شرائط دُعا کا بیان:

لیکن دُعا و پکار کے کچھ شرائط ہیں (جن کا ملحوظ رکھنا ضروری ہے) جیسے حضور قلب، توسل، غیر خدا سے قطع امید، خدا پر کامل اعتماد اور سب چھوٹے بڑے، کم و زیادہ غرضیکہ تمام معاملات میں اسی ذات ذوالجلال کی طرف توجہ کرنا اور اسی پر بھروسہ کرنا۔
ادعیہ جات کے اقسام:

جو دُعا میں جناب رسول خدا اور آئمہ ہدیٰ سے منقول ہیں وہ دو قسم کی ہیں۔

پہلی قسم: وہ اوراد و اذکار ہیں جو ہر شب و روز میں مقررہ اوقات میں پڑھے جاتے ہیں جو عقائدِ حق کی تجدید، حاجات کی طلب، رزق کے حصول اور دشمنوں کے مکر و فریب سے بچنے اور اس قسم کے دوسرے مطالبِ حق پر مشتمل ہیں۔ آدمی کو چاہیے کہ

وَسِيلَةٌ لِّقُرْبِهِ وَ سَبِيلٌ لِّتَكْمِيلِ نَفْسِهِ
وَهَادِيًا لَهُ إِلَى سَبِيلِ نَجَاتِهِ

ثُمَّ اعْلَمْ أَنَّ اقْرَبَ الطَّرِيقِ إِلَى
اللَّهِ تَعَالَى كَمَا هُوَ ظَاهِرٌ مِنْ كَثِيرٍ
مِنَ الْاَخْبَارِ هُوَ طَرِيقُ الدُّعَاءِ
وَالْمَنَاجَاتِ

لَكِنْ لِهَمَّا شَرَايِطُ مِنْ حَضُورِ
الْقَلْبِ وَالتَّوَسُّلِ وَقَطْعِ الرَّجَاءِ عَمَّنْ
سِوَاهُ وَالاعْتِمَادِ الْكَامِلِ عَلَيْهِ
وَالْتَوَجُّهِ فِي صَغِيرِ الْأُمُورِ وَكَبِيرِهَا
وَقَلِيلِهَا وَكَثِيرِهَا إِلَيْهِ سُبْحَانَهُ

وَالادْعِيَةُ الْمَثُورَةُ عَلَى نَوْعَيْنِ
مِنْهَا الْأَوْرَادُ وَالْاَذْكَارُ الْمُؤَظَّفَةُ
الْمُقَرَّرَةُ فِي كُلِّ يَوْمٍ وَ لَيْلَةٍ الْمَشْتَمِلَةُ
عَلَى تَجْدِيدِ الْعُقَائِدِ وَ طَلَبِ
الْمَقَاصِدِ وَ الْارْزَاقِ وَ دَفْعِ كَيْدِ
الْاَعْدَاءِ وَ نَحْوِ الْكَ وَ يَنْبَغِي لِلْمَرْءِ
أَنْ يَجْتَهِدَ فِي حَضُورِ الْقَلْبِ وَالتَّوَجُّهِ

و التضرع عند قرائتها لكن يلزم ان لا يترکها ان لم يتيسر ذلك.

والثانی المناجات و هی الادعية المشتملة علی صفوف الکلام والتوبة والاستغائة

والاعتذار و اظهار الحب والتذلل والانکسار و ظنی انه لا ينبغي ان یقرأ تلک الامع البكاء والتضرع

والخشوع التام و ينبغي ان یترصد الاوقات لها و لا یقرأ بدون ما ذکر

فی شبه الاستهزاء وسخریة و هذان القسمان من الدعاء ببرکة اهل

البيت عندنا کثيرة لا یفی الفرصة باشتغال عشر من اعشارها اما

القسم الاول فاکثرها مذكورة فی مصباحی الشیخ الطوسی و

الکفعمی و کتابی السمات و الاقبال لابن طاؤس فی ضمن

التعقیبات و ادعية الاسبوع و

ان دعاؤں کے پڑھتے وقت اس پر حضور قلب، توجہ اور تضرع و زاری کی کیفیت طاری ہو لیکن اگر کسی وقت یہ کیفیت طاری نہ ہو تب بھی لازم ہے کہ ان دعاؤں کا پڑھنا ترک نہ کرے۔ لان فیہا فوائد جملة۔

مناجات کا بیان:

دوسری قسم: مناجات ہے اور اس سے مراد وہ

خاص دعا میں ہیں جو مختلف قسم کے کلام جیسے توبہ و استغفار، استغاثہ و اعتذار، خلوص و محبت اور ذلت و

انکساری کے اظہار پر مشتمل ہیں میرا خیال ہے کہ جب تک آدمی پر گریہ و بکا، خشوع و خضوع اور

تضرع و زاری کی خاص کیفیت طاری نہ ہو اس وقت تک ان مناجاتوں کو نہ پڑھنا چاہیئے اور اس

قسم کے اوقات و حالات کا منتظر رہنا چاہیئے ورنہ ایسی کیفیت کے بغیر ان کا پڑھنا تسخر و مذاق

ارٹانے کے مترادف ہے یہ دونوں قسم کی دعائیں اہلیت نبوت کی برکت سے ہمارے پاس اس قدر

بکثرت موجود ہیں کہ ان کے عشر عشر کے پڑھنے کی بھی فرصت نہیں مل سکتی چنانچہ پہلی قسم کی دعائیں

لے سرکار علامہ کے پرمغز کلام میں بڑا وزن ہے لیکن ہم سمجھتے ہیں کہ اگر کوشش کے باوجود وہ کیفیت طاری نہ ہو تو پھر بھی بموجب الوجود خیر من العدم (یعنی کچھ نہ ہونے سے کچھ ہونا بہتر ہے ان مناجات کا پڑھنا فائدہ سے خالی نہیں ہے) (منہ غنی عنہ)

اعمال السُّنة و غيرها و القسم
الثانی ایضاً منشورة فی عرض
تلك الكتب و غيرها کالادعية
الخمسة عشر و المناجات
المعروفة بالانجيلية و دعاء کميل
النخعي و غيرها و الصحيفة
الکاملة جلهابیل کتھا فی مقام الثانی
ثم ان بعض تلك الادعية یناسب
حالة الخوف و بعضها للبلاء و
بعضها للرخاء الی غیر ذالک من
الاحوال المختلفة التي تورد علی
الانسان فینبغي ان یقرأ الانسان
فی کل حالة ما یناسبها من
الادعية مع التدبر فی معانیها
والبكاء و التضرع فیها و انت
اذا سلکت هذا المسلك ایقنت
انه اقرب الطرق الی الله تعالیٰ و
به یحصل مقاصد الدنیا و
الآخرة

مصباح المسجید شیخ طوسی اور مصباح کفعمی اور جناب
سید ابن طاووس کی کتاب مہج الدعوات اور کتاب
اقبال میں تعقیبات نماز، ہفتہ کی دُعاؤں اور سال
کے اعمال کے ضمن میں مذکور ہیں اور دوسری قسم کی
دُعاؤں بھی انھی یا ان جیسی دوسری کتابوں (جیسے
زاد المعاد علامہ مجلسی اور مفتاح الجنان محدث قمی اور
ہماری کتاب زاد العباد وغیرہ۔ میں نکھری پڑی
ہیں) جیسے مناجات خمسہ عشر، مناجات انجیلیہ اور
دعائے کمل وغیرہ اور صحیفہ کاملہ کی اکثر بلکہ تمام
دعاؤں اور مناجاتیں اسی دوسری قسم میں داخل ہیں
پھر یہ بھی خیال رہے کہ بعض دُعاؤں خوف و بیم،
بعض بلا و مصیبت اور بعض آسائش و کشائش وغیرہ
مختلف انسانی حالات و کیفیات سے مناسبت رکھتی
ہیں پس آدمی کو چاہئے کہ ہر حالت میں وہ دُعا و
مناجات پڑھے جو اس حالت کے مطابق ہے جب
تم اس راستہ پر گامزن ہو گے تو تمہیں یقین حاصل
ہو جائے گا کہ خدا تک رسائی حاصل کرنے کا
قریب ترین راستہ یہی ہے اور اسی سے دنیا و
آخرت کے مقاصد و مطالب حاصل ہوتے ہیں۔

۱۔ بفضلہ تعالیٰ ہم نے ان ہر دو قسم کی دُعاؤں اور مناجاتوں اور سال بھر کے اعمال و عبادات اور زیارات
و قربات عالیات پر مشتمل ایک جامع کتاب مرتب کی ہے جس کا نام زاد العباد لیوم المعاد ہے (منہ غنی عنہ)

اخلاق حسہ اور اخلاق سنیہ کا بیان:

جاننا چاہیے کہ نفس انسانی کی سب سے بڑی سعادت اخلاقِ جلیلہ و جمیلہ ہیں جیسے خلوص و پاکیزگی، جود و سخا، اخلاص و ایثار، عاجزی و انکساری وغیرہ وہ تمام اخلاقِ حسہ جو عقلاً و شرعاً مستحسن ہیں اور نفس انسانی کی سب سے بڑی حلاکت اخلاقِ رذیلہ و رذیہ ہیں جیسے نخل و کجی، بزدلی و دیوانی، کبر و نخوت، ریا و سمعہ، غیظ و غضب اور حقد و کینہ وغیرہ مہلکاتِ نفس جو عقلاً و شرعاً قبیح ہیں، پس انسان پر لازم ہے کہ اخلاقِ رذیلہ سے اپنے دامن کو بچائے اور اخلاقِ جمیلہ سے اپنے آپ کو آراستہ کرنے کی پوری پوری کدو کاوش کرے۔

ثم اعلم ان اعظم سعادات النفس

الاخلاق الحسنة الزكية من الخلوص والطهارة والجود والسخاء والاخلاص والمسكنة والحكم وغيره من الاخلاق الحسنة التي استحسناها الشرع والعقل والقوى مهلكات النفس الاخلاق الذميمة الرديئة من البخل والجبن والكبر والعجب والرياء والغضب والحقد وغيرها من المهلكات الرديئة التي استحبها العقل والشرع فيجب على الانسان السعي في التحلي عن الاخلاق السيئة والتخلي بالاطوار المرضية

۱۔ اخلاقِ جلیلہ و جمیلہ کی عظمت و اہمیت کسی تشریح و توضیح کی محتاج نہیں ہے اس سلسلہ میں سرکارِ خاتم الانبیاء کا یہی ارشاد کافی ہے کہ: انما بعثت لائم مکارم الاخلاق مجھے اس لیے بھیجا گیا ہے کہ عمدہ اخلاق کی تکمیل کروں۔ اس ارشاد میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی بعثت کا مقصد اور غرض و غایت ہی مکارم الاخلاق کی تکمیل قرار دی ہے حقیقت یہی ہے کہ انسان کی انسانیت کا دار و مدار ہی عمدہ اخلاق و اطوار پر ہے۔ و نعم ما قیل۔

اقبل على النفس و استكمل فضائلها

فانت بالنفس لا بالجسم انسان

اور اس سلسلہ میں علم الاخلاق کی مبسوط کتابوں کے علاوہ ہماری فقہی کتاب قوانین الشریعہ فی فقہ الجعفریہ کی جلد اول کتاب الطہارۃ باب الاخلاق الحسنہ والسیئہ کا مطالعہ بڑا مفید ہے۔ (مترجمی عن)

صوفیوں کی غلط روش و رفتار پر تنقید:

صوفی لوگ یہ خیال کرتے ہیں کہ یہ مقصد (اخلاقِ رزیدہ سے تحفظی اور اخلاقِ جمیلہ سے تحلی) مالموف اور مرغوب چیزوں کے ترک کرنے، لوگوں سے کنارہ کشی اختیار کرنے، (ناچائز) مشقتیں جھیلنے کمزور کنندہ، بھوک برداشت کرنے اور ہمیشہ جاگتے رہنے یا اس قسم کے دوسرے ان اعمال سے حاصل ہوتا ہے جن کی بجا آوری ان لوگوں کا طور طریقہ ہے۔

میں نے (صوفیوں میں سے) بعض ایسے لوگوں کو دیکھا ہے جنہوں نے (مذکورہ بالا) شدائد و تکالیف جھیلے ہیں مگر (بجائے اس کے کہ ان کے اخلاقِ جمیلہ بڑھتے اور اخلاقِ ردیہ کم ہوتے) اُن ان کے اخلاقِ ستیہ میں اضافہ ہو گیا ہے اور اخلاقِ خبیثہ کم ہو گئے ہیں کیونکہ (ان غلط قسم کی ریاضتوں اور چالہ کشیوں کی وجہ سے) ان پر سودا کا قابض ہو جاتا ہے اس لیے ان کی بد خلقی اس حد تک بڑھ جاتی ہے کہ کوئی شخص ان سے بات چیت نہیں کر سکتا اور ان کا عجب و تکبر اس حد تک بڑھ جاتا ہے کہ وہ یہ گمان فاسد کرنے لگتے ہیں کہ وہ انبیاء کے درجہ سے بھی آگے نکل گئے ہیں اس لیے وہ تمام لوگوں کو برا سمجھتے ہیں اور ان سے وحشت و نفرت کرنے لگتے ہیں یہی کیفیت ان کے دوسرے صفات و حالات کی ہے لیکن

وزعمت الصوفیة انهما انما
بحصلان بترك المألوفات
والاعتزال عن الخلق وارتكاب
المشاق و ملازمة الجوع
المنهمك والتسهر الذائم و سائر ما
هو طورهم و دائیهم و انی وجدت
من یقاس تلك الشدائد منهم تزیید
اخلاقه الردیة و تقل اخلاقه الحسنة
اذ یغلب علیه السوداء فلا
یسكن لاحد ان یکلم معهم
بکلمة لسوء خلقهم و یقوی
تکبرهم و عجبهم بحيث
یظنون انهم تجاوزوا عن درجة
الانبياء و یبغضون جمیع الخلق
و یستوحشون منهم و کذا سائر
صفاتهم لکن لا یتظهر ذلک

لِلْخَلْقِ لَعْدَمِ مَعَاشِرَتِهِمْ و
مَعَامَلَتِهِمْ مَعَهُمْ

ان لوگوں کے یہ حالات عام لوگوں پر اس لیے ظاہر نہیں ہوتے کہ اُن کو ان کے ساتھ رہن سہن اور لین دین کا اتفاق نہیں ہوتا۔ (یا اگر ہوتا ہے تو بہت کم)

اخلاقِ رذیلہ سے گلو خلاصی کرانے کا طریقہ کار:

و ظَنَىٰ اَنْ طَرِيقَ مَعَالِجَةِ ذَالِكِ

اَنْ يَتَوَسَّلَ اِلَى اللّٰهِ تَعَالٰی فِی دَفْعِ

تِلْكَ الرِّذَالِ ثُمَّ يَتَفَكَّرُ فِی سُوْءِ

عَوَاقِبِهَا وَ عِیُوبِ نَفْسِهِ وَ رَدَّ اِلٰی اَصْلِهِ

وَ مَا یَنْتَهٰی اِلَیْهِ حَالُهُ وَ نَقْصِ اَعْمَالِهِ

وَ نِیَّاتِهِ ثُمَّ یُعَالِجُ کُلَّ خَصْلَةٍ بِتَمَرِّیْنِ

النَّفْسِ عَلٰی ضِدِّهَا حَتّٰی یَصْبِرَ ضِدَّ

هَآلِهِ خَلْقًا وَ عَادَةً وَ فِی اِثْنَاءِ ذَالِكِ

یَتَدَبَّرُ فِی الْاَخْبَارِ الْوَارِدَةِ فِی ذَمِّهَا وَ

مَدْحِ ضِدِّهَا وَ کِتَابِ الْکُفْرِ

الْاِیْمَانِ مِنْ الْکَافِیِّ مَشْحُونِ بِهَا

میرا خیال یہ ہے کہ بُرے اخلاق سے گلو خلاصی کرانے کا (وہ طریقہ درست نہیں ہے جو صوفیوں نے گھڑ رکھا ہے بلکہ اس کا) صحیح طریقہ کار یہ ہے کہ آدمی کو چاہیے کہ سب سے پہلے تو ان صفاتِ رذیلہ کے ازالہ کے سلسلہ میں خداوندِ عالم کی بارگاہ میں رجوع کرے، پھر ان اخلاقِ رذیلہ کے بُرے انجام، اپنے نفس کے عیوب، اپنی اصل حقیقت کی روایت و دہائیت، اپنے انجام اور اپنے اعمال و نیات کے ناقص ہونے میں غور و فکر کرے۔ بعد ازاں نفس کو اس کی ہر بُری صفت کی ضد یعنی اچھی صفت کے اختیار کرنے پر آمادہ کرے یہاں تک کہ وہ صفت اس کی خصلت و عادت بن جائے، اس اثناء میں ان اخبار و آثار میں بھی برابر غور و تدبیر کرتا رہے جو بُرے اخلاق کی مذمت اور اچھے اخلاق کی مدحت میں وارد

۱۔ جناب امیر علیہ السلام فرماتے ہیں کہ جس آدمی کی ابتدا وہ نطفہ گندیدہ ہو کہ جس کا ایک قطرہ خارج ہونے سے غسل جنابت واجب ہو جائے اور انتہا وہ مُردہ ہو کہ جسے چھونے سے غسل مَس میت واجب ہو جائے اسے تکبر اور بڑائی کا دعویٰ کرنا زریع نہیں دیتا۔ (منہ عقی عند)

مثلاً صاحب البخل يداوى نفسه
 بعد التوسل اليه تعالى و التفكر في
 ان المال لا ينفعه بعد الموت
 والعطاء ينفعه و ان الله يخلفه ولا
 يخلف وعده ثم يتدبر في الآيات و
 الاخبار الواردة في ذمه و يزجر
 نفسه على العطاء ففي المرتبة
 الاولى يشق و في الثانية يسهل الى
 ان يصير العطاء له عادة و خلقاً لا
 يمكنه تركه و كذا صاحب الترفع
 في المجالس يعالج نفسه بعد ما
 ذكر بان يجلس مرارادون ما يليق به
 من المجالس الى ان يصير له خلقاً و
 هكذا في سائر الاخلاق و افضل ما
 يقرأ في التوسل دعاء ان في
 الصحيفة الكاملة لمكارم الاخلاق

ہوئے ہیں۔ ”اصول کافی باب الکفر والایمان اس
 قسم کی حدیثوں سے لبریز ہے۔ مثلاً ایک بخیل آدمی
 ازالہ بخل کے سلسلہ میں خدا سے متوسل ہونے کے
 بعد اس بات میں غور و فکر کرے کہ مرنے کے بعد مال
 اسے فائدہ نہیں دے گا بلکہ اس کا (نیک کاموں
 میں) خرچ کرنا اس کو فائدہ دے گا اور اللہ اسے اس کا
 بدل دے گا اور خدا نے اس سے اجر و عوض کا جو وعدہ
 کیا ہے وہ ہرگز اس کی خلاف ورزی نہیں کرے گا۔
 پھر ان آیات و روایات میں تدبیر کرے جو بخل
 کی مذمت میں وارد ہوئے ہیں اور پھر اپنے نفس کو
 بخل پر سرزنش کرے تاکہ وہ عطا و بخشش پر آمادہ
 ہو جائے۔ چنانچہ پہلی بار اس پر بخشش شاق ضرور
 گذرے گی مگر دوبارہ آسان معلوم ہوگی یہاں تک کہ
 عطا و بخشش اس کی عادت بن جائے گی (پھر اسے
 عطا کرنے میں لطف محسوس ہوگا)۔ اسی طرح جس
 (متکبر مزاج آدمی کو) مجالس و محافل میں بلند جگہ پر
 بیٹھنے کی عادت ہے وہ اس کا علاج اس طرح کرے
 کہ پہلے (بخیل کے بارہ میں) مذکورہ بالا انداز پر
 غور و فکر کرنے کے بعد (عملاً) بار بار اپنی شان کے
 لائق منصب و مقام سے پست تر جگہ پر بیٹھنے کی
 کوشش کرے یہاں تک کہ یہ (خاکساری و
 انکساری) اس کی خصلت و عادت بن جائے۔ یہی
 ترکیب دوسرے تمام اخلاقی رذیلہ کو دور کرنے اور

اخلاق حسنہ حاصل کرنے کے لیے سوومند ہے اس سلسلہ میں بارگاہ ایزدی میں توسل و درخواست پیش کرنے کے بارے میں سب سے افضل دو دعائیں ہیں جو صحیفہ کاملہ میں موجود ہیں ایک دعائے مکارم الاخلاق دوسری دعاء الاستعاذہ من سوء الاخلاق حقیقت یہ ہے کہ اگر شرعی عبادات کو ان کے مقررہ شرائط و آداب کے ساتھ بجا لایا جائے تو وہی اخلاق مہلکہ کو دور کرنے کے لیے کافی ہیں (صوفیوں کی طرح) بدعات اور خود ساختہ وظائف کی کوئی ضرورت نہیں رہتی ورنہ یہ فاسد کا دفاع افسد سے اور باطل کا ابطال باطل سے ہوگا۔

نوافل اور نماز تہجد کا بیان:

اے برادر ایمانی! تمہیں معلوم ہونا چاہیے کہ نوافل یومیہ اور نماز تہجد فرائض یومیہ کی (کئی) کے مشتم (تمام کنندہ) ہیں اور یہ پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ان سنن میں سے ہیں جن کو آنحضرتؐ نے دار دنیا سے رخصت ہونے تک مدت العمر میں کبھی ترک نہیں کیا اس لیے تم بھی انہیں ترک نہ کرو اور اگر کبھی ترک ہو جائیں تو حتی الامکان ان کی قضا بجالاؤ۔

والاستعاذہ من سوء الاخلاق و ملازمة العبادۃ بشرائطها كافية فی رفع تلك المهلكات ولا يحتاج الانسان الى ارتكاب البدع والتشريعات فيكون دفعاً للفساد بالافسد.

ثم اعلم يا اخي ان النوافل اليومية و صلاة الليل متممة للفرائض و هي من سنن النبي لم يتركها الى ان مضى من الدنيا فلا تتركها و ان تركتها فافضها حيث ما تيسرت

۱۔ متعدد روایات میں وارد ہے کہ جو شخص سنن و نوافل کو خفیف سمجھ کر بلا غور و خیر پڑھتا ہے بروز محشر (هذا مستخفف بسنة رسول الله) کہہ کر پکارا جائے گا۔ (منہ غنی عنہ)

مستحی روزوں کا بیان:

پھر یہ بھی ضروری ہے کہ ہر ماہ کی پہلی اور آخری جمعرات اور درمیانے عشرہ کے پہلے بدھ کو روزہ رکھا جائے کیونکہ یہ بھی آنحضرتؐ کے سنن مقدسہ میں سے ایک سنت ہے اسی طرح نماز شب کو اس کی مخصوص دُعاؤں اور تضرع و زاری کے ساتھ ضرور پھا لاؤ کیونکہ رات کا یہ وقت بندے کے لیے اپنے پروردگار کا قرب حاصل کرنے کا بہترین محل و مقام ہے اور اس وقت دُعا و رحمت اور مناجات کا دروازہ کھلا ہوا ہوتا ہے اور اس وقت خاطر جمع ہوتی ہے اور عمل خلوص کے زیادہ قریب ہوتا ہے۔ (چونکہ خدا کے سوا اس وقت اور کوئی شاذ و نادر ہی دیکھتا ہے) جیسا کہ خدا فرماتا ہے: ”رات کا اٹھنا ہے تو بڑی زحمت کا باعث مگر بات چیت کیلئے بہت موزوں ہے۔“ نیز اس وقت لازم ہے کہ اپنے برادرانِ ایمانی کے لیے بالتفصیل (نام بنام) دُعا کرو کیونکہ ایسا کرنا خود تمہاری حاجت برآری کا بہت اچھا ذریعہ ہے جو کچھ اپنے دینی بھائیوں کیلئے طلب کرو گے اس کے دو برابر بلکہ کئی گنا زیادہ خدا تمہیں اجر و ثواب عطا فرمائے گا اور دُعاؤں کی حاجات بھی پُر لائے گا۔

تحقیقاتِ نماز و حج کا بیان:

نمازِ حج کے بعد تم پر (سرکارِ محمدؐ و آلِ محمدؐ سے

و علیک من الصوم بالخمیس
الاول والاخر والاربعا الاولیٰ من
العشر الاوسط فانها ایضاً من سنتہ
و علیک فی صلوة اللیل بالذعوت
والتصرع والبكاء فان هذا الوقت
من اللیل محل قرب العبد من الرب
و باب الدعاء والرحمة و المناجاة
مفتوح والقلب مجتمع والعمل فیہ
اقرب من الخلوص کما قال اللہ
تعالیٰ ان ناشئة اللیل هی اشد وطأ و
اقوم قیلاً و علیک فی ذلک
الوقت بالدعاء لاخوانک المؤمنین
تفصیلاً فانه اقضى لحاجتک و
انت فیہ بمثل ما طلبت لہم بل
باضاعافہ

و علیک فی تعقیب صلوة

منقول اوراد و وظائف اور دعاؤں کا پڑھنا اور ان پر مداومت کرنا لازم ہے کیونکہ اس وقت رزق تقسیم ہوتا ہے۔ بعد ازاں چلتے پھرتے، اٹھتے بیٹھتے (تسبیحات اربعہ) پڑھنے پر مداومت کرو (اور وہ یہ ہیں): سُبْحَانَ اللَّهِ وَالْحَمْدُ لِلَّهِ وَلَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَاللَّهُ أَكْبَرُ کیونکہ یہ تسبیحات عرش عبادت و معرفت کے ستون ہیں۔ پھر سرکار محمد و آل محمد علیہم السلام پر درود و سلام بھیجنا افضل ترین عمل ہے، پھر درج ذیل اذکار اربعہ کو جو قرآن و حدیث میں وارد ہیں کافی مقدار میں پڑھنے پر مواظبت کرو اور وہ یہ ہیں۔

بعض اذکار و اوراد مسنونہ کا بیان:

(۱) وسعت رزق اور تسہیل امور کیلئے:

مَا شَاءَ اللَّهُ لَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللَّهِ

(۲) شر اعداء اور شدائد سے حفاظت کیلئے:

حَسْبُنَا اللَّهُ وَنِعْمَ الْوَكِيلُ

(۳) دنیا و آخرت کے ہجوم و غموم کے دفعہ کیلئے:

لَا إِلَهَ إِلَّا أَنْتَ سُبْحَانَكَ إِنِّي كُنْتُ مِنَ

الظَّالِمِينَ

(۴) دشمنوں کے مکر و فریب سے بچنے کیلئے:

وَ أَقْوَضُ أَمْرِي إِلَى اللَّهِ إِنَّ اللَّهَ بَصِيرٌ

بِالْعِبَادِ

الفجر يا لَدَعَوَاتِ وَالْأَذْكَارِ

الْمَأْتُورَةِ وَالْمُوَاطَّئَةِ عَلَيْهَا فَإِنْ

تِلْكَ السَّاعَةِ سَاعَةُ تَقْسِيمِ الْأَرْزَاقِ

وَعَلَيْكَ بَعْدَ ذَلِكَ فِي مَشِيكِ

وَقِيَامِكَ وَقَعُودِكَ عِدَاوَتِهِ ذَكَرَ:

سُبْحَانَ اللَّهِ وَالْحَمْدُ لِلَّهِ وَلَا إِلَهَ إِلَّا

اللَّهُ وَاللَّهُ أَكْبَرُ فَإِنَّهَا أَرْكَانُ عَرْشِ

الْعِبَادَةِ وَالْمَعْرِفَةِ ثُمَّ الصَّلَاةُ عَلَى

النَّبِيِّ فَإِنَّهَا أَفْضَلُ الْأَعْمَالِ ثُمَّ

مُوَاطَّئَةِ قَدَرٍ وَافٍ مِنْ هَذِهِ

الْأَذْكَارِ الْأَرْبَعَةِ الْوَارِدَةِ فِي الْقُرْآنِ

وَالْأَحْبَارِ مَا شَاءَ اللَّهُ لَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللَّهِ

اللَّهُ لِيَسِيرَ الْأُمُورُ وَحَسْبُنَا اللَّهُ وَ

نِعْمَ الْوَكِيلُ لِدَفْعِ الْخَوْفِ مِنَ

الْأَعْدَاءِ وَالشَّدَائِدِ وَلَا إِلَهَ إِلَّا أَنْتَ

سُبْحَانَكَ إِنِّي كُنْتُ مِنَ الظَّالِمِينَ

لِدَفْعِ هُمُومِ الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ وَغَمِّهَا

وَ أَقْوَضُ أَمْرِي إِلَى اللَّهِ إِنَّ اللَّهَ

بَصِيرٌ بِالْعِبَادِ لِدَفْعِ كَيْدِ الْأَعْدَاءِ

وَلَا قُلْ مَا تَوَاضَعُ عَلَيْهِ مِنْ
الاذکار کل یوم

ان تصلی علی محمد و آل
محمد مائة مرة و فی یوم الجمعة و
لیلتها الف مرة

و ان تقول کل یوم ثلث مائة و
سین مرة عدد عروق الجسد
الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِینَ عَلٰی کُلِّ
حَال و ان قرات ذالک عند کل
صباح و مساء فهو افضل

و قل فی کل یوم استغفر اللہ
سبعین مرة و اتوب الی اللہ سبعین
مرة و اکثر فی الاستغفار فانه یکفر
الذنوب و یرید فی الرزق و فی
الاولاد

و اقراء کلاما من التسیحات
الاربعة ثلاثین مرة

و قل کل یوم مائة مرة لَا إِلَهَ إِلَّا
اللّٰهُ الْمَلِکُ الْحَقُّ الْمُبِینُ و ان
تقدر فثلاثین مرة

اذکار و اوراد کی کم از کم وہ مقدار جو ہر روز پڑھنی
چاہئے وہ یہ ہے:

(۱) سرکار محمد و آل محمد علیہم السلام پر ہر روز ایک سو بار
اور شب و روز جمعہ میں ایک ہزار بار درود و سلام

(۲) ہر روز جسم کی بڑی بڑی رگوں کی تعداد کے
مطابق تین سو ساٹھ مرتبہ

الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِینَ عَلٰی کُلِّ حَال
اور اگر ہر صبح و شام یہ مقدار پڑھی جائے تو افضل ہے

(۳) ہر روز ستر بار اَسْتَغْفِرُ اللّٰهَ اور ستر بار اَتُوبُ
اِلٰی اللّٰهِ جس قدر ہو سکے استغفار زیادہ کرو کیونکہ
یہ بخشش گناہاں، وسعت رزق اور کثرت اولاد کا
باعث ہے۔

(۴) تسبیحات اربعہ (ہر نماز کے بعد) تیس مرتبہ

(۵) ہر روز سو مرتبہ لَا إِلَهَ إِلَّا اللّٰهُ الْمَلِکُ
الْحَقُّ الْمُبِینُ اور اگر یہ ممکن نہ ہو تو پھر کم از کم تیس
مرتبہ پڑھنا ترک نہ کیا جائے۔

(۶) ہر روز سو بار لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللّٰهِ

و قل کل یوم مائة مرة لَا حَوْلَ

وَلَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللَّهِ

ورد کیا جائے

و قل كل يوم عشر مرّات
أَشْهَدُ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَحْدَهُ لَا
شَرِيكَ لَهُ إِلَهًا وَاحِدًا أَحَدًا صَمَدًا
لَمْ يَتَّخِذْ صَاحِبَةً وَلَا وَلَدًا

(۷) ہر روز دس بار اَشْهَدُ أَنْ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ
وَحْدَهُ لَا شَرِيكَ لَهُ إِلَهًا وَاحِدًا أَحَدًا صَمَدًا
لَمْ يَتَّخِذْ صَاحِبَةً وَلَا وَلَدًا پڑھا جائے۔

و قل قبل طلوع الشمس و
غروبها عشر مرّات لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ
وَحْدَهُ لَا شَرِيكَ لَهُ لَهُ الْمُلْكُ وَ لَهُ
الْحَمْدُ يُحْيِي وَ يُمِيتُ وَ هُوَ حَيٌّ لَا
يَمُوتُ بِيَدِهِ الْخَيْرُ وَ هُوَ عَلَى كُلِّ
شَيْءٍ قَدِيرٌ

(۸) طلوع و غروب آفتاب سے قبل دس دس مرتبہ
لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَحْدَهُ لَا شَرِيكَ لَهُ لَهُ
الْمُلْكُ وَ لَهُ الْحَمْدُ يُحْيِي وَ يُمِيتُ وَ هُوَ
حَيٌّ لَا يَمُوتُ بِيَدِهِ الْخَيْرُ وَ هُوَ عَلَى كُلِّ
شَيْءٍ قَدِيرٌ۔

وعشر مرّات أَعُوذُ بِاللَّهِ
السَّمِيعِ الْعَلِيمِ مِنْ هَمَزَاتِ
الشَّيَاطِينِ وَ أَعُوذُ بِاللَّهِ أَنْ يُحْضَرُونِ
إِنَّ اللَّهَ هُوَ السَّمِيعُ الْعَلِيمُ فَانَّهُ
قد ورد في الاخبار انهما مُنتان
واجبتان و اذا نسيتهما في وقتيهما
فاقضيهما

(۹) طلوع و غروب سے پہلے دس بار اَعُوذُ بِاللَّهِ
السَّمِيعِ الْعَلِيمِ مِنْ هَمَزَاتِ الشَّيَاطِينِ وَ
أَعُوذُ بِاللَّهِ أَنْ يُحْضَرُونِ إِنَّ اللَّهَ هُوَ السَّمِيعُ
الْعَلِيمُ۔ اخبار میں وارد ہے کہ یہ دونوں ذکر سنت
واجب ہیں لہذا اگر بروقت ان کا پڑھنا بھول جاؤ تو
ان کی قضا کرو۔

و قل مائة مرّة بعد صلوة
المغرب و الغداة.

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ لَا حَوْلَ
وَلَا قُوَّةَ إِلَّا بِاللَّهِ الْعَظِيمِ وَ ان لم
تقدر فسمع مرّات فانها امان من
سبعين نوعاً من البلاء

(۱۰) نماز صبح اور مغرب کے بعد سو بار
بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ
إِلَّا بِاللَّهِ الْعَلِيِّ الْعَظِيمِ اور اگر یہ ممکن نہ ہو تو کم از
کم سات بار ضرور پڑھو کیونکہ یہ ذکر شر قسم کی بلاؤں
اور مصیبتوں سے باعثِ امن و امان ہے۔

و اکثر فی قرأۃ سورۃ قل ھو اللہ اُخذ۔ و اِنَّا انزلناہ فی لیلۃ القدر و ان قدرت ان تقرأ انا انزلناہ فی لیلۃ مائۃ مرۃ فافعل

(۱۱) سورۃ توحید (قُلْ ھُوَ اللّٰهُ اُخِذْ) اور سورۃ قدر (اِنَّا انزلناہ فی لیلۃ القدر) کو بکثرت پڑھو اگر ممکن ہو تو ہر روز سو بار سورۃ القدر پڑھا کرو

و قرآنۃ آیۃ الكرسی و شہد اللہ و قل اللہم و سورۃ الحمد و قل ھو اللہ احد بعد كل صلوۃ و قدورد علی جمیع ما ذکر لك الاخبار و لا شک ان كنت مؤمناً باھل بیت نیک انھا افضل من الاوراد الفتحیۃ الّتی الفہا حثالة من الجاہلین المبتدعین من اھل السنۃ التارکین الاقتداء باھل البیت و علیک بصلوۃ جعفر بن ابی طالب و اقلھا کل اسبوع مرۃ و عند الشدائد فانھا مجربۃ لقضاء الحوائج و علیک بتحصول کتب الدعاء و الاعمال المختصۃ بالایام و الیالی فان لكل منها تاثیراً خاصاً

(۳) نیز ہر نماز کے بعد آیۃ الكرسی، آیت شہد اللہ اِنَّہٗ لَا اِلٰہَ اِلَّا ھُوَ۔ آیت قُلِ اللّٰهُمَّ مَا لَکَ الْخَلْکِ سورۃ حمد اور سورۃ قل ھو اللہ احد پڑھو۔

اوپر جو کچھ اور ادواذ کا بیان کیے گئے ان سب کے محقق معصومین کے اخبار و آثار وارد ہوئے ہیں اگر تمھارا اہلبیت نبوت پر ایمان ہے تو تمھیں تسلیم کرنا پڑے گا کہ یہ وظائف اور افتتاحیہ (اور دعائے قحی اور دعائے سنخ العرش وغیرہ) سے بدرجہا بہتر و برتر ہیں جو اہل سنت کے چند جاہل بدعتی اور خاندان نبوت کی اقتداء کے تارک لوگوں کے مرتب کردہ ہیں

اسی طرح تم پر نماز جعفر بن ابی طالب (طیار) کی بجا آوری بھی لازم ہے، کم از کم ہفت میں ایک بار اور شدائد و مصائب کی یلغار کے وقت اسے (بار بار) پڑھنا چاہیئے کیونکہ حاجت برآری کیلئے اس کا پڑھنا مجرب ہے۔ نیز تم پر ان کتابوں کی جمع بندی بھی لازم ہے جن میں عام دعاؤں کے علاوہ ان اعمال کا بھی تذکرہ ہے جو شب و روز کے ساتھ مختص ہیں کیونکہ ان اعمال میں سے ہر ایک عمل کا قرب

فِي الْقُرْبِ إِلَى اللَّهِ

وَأَيَّامِكَ وَاتِّبَاعِ الْأَعْمَالِ الْقِيَمَةِ

لَمْ تَرَهَا فِي الْكُتُبِ الْمَعْتَبَرَةِ مِنْ

أَخْبَارِ الشَّيْخَةِ فَإِنَّهُ قَالَ رَسُولُ اللَّهِ

قَلِيلٌ فِي سُنَّةٍ خَيْرٌ مِنْ كَثِيرٍ فِي بَدْعَةٍ

وَعَلَيْكَ بِقَلَّةِ الْأَكْلِ وَالنَّوْمِ لَا

تَرْكُ الْحَيَوَانِي أَوْ شَيْءٍ مِمَّا أَنْعَمَ

اللَّهُ بِهِ عَلَيْكَ وَلَا بِحَيْثُ يَنْحَفُ

وَلَا تَقْدِرُ عَلَى الْعَمَلِ فَإِنَّ الْبَدَنَ

مَطِينٌ وَتَحْتَاجُ إِلَى تَقْوِيَتِهَا

لِلْأَعْمَالِ الْكَثِيرَةِ وَعَلَيْكَ بِالسَّعْيِ

فِي حَلِيَةِ أَكْلِكَ وَمَلْبَسِكَ وَبُعْدِ

هَمَّا مِنَ الشَّبَهَاتِ بَلْ جَمِيعِ مَا

تَصْرِفُهُ لِنَفْسِكَ أَوْ وَجْهِهِ الْبَرِّ

وَعَلَيْكَ بِقَلَّةِ مَصَاحِبَةِ

الْفَاسِقِينَ وَالظَّالِمِينَ وَمَعَاشَرَتِهِمْ

فَإِنَّ لَصَحْبَتِهِمْ تَأْثِيرًا عَظِيمًا فِي

قِسَاوَةِ الْقَلْبِ وَبُعْدِكَ عَنِ الْمَلَّةِ الْإِ

خُذْ اذْنُكَ حَاصِلِ كَرْنِهِ فِي أَيْكٍ خَاصِّ أَثَرِهِ۔

خُودِ سَاخِطَہ اور اُدکی مَدْمَت:

خبردار ان اعمال کو ہرگز نہ بجالانا جن کو شیخہ کی

کتاب معتبرہ میں نہ پاؤ۔ جناب رسول خدا کا ارشاد ہے

کہ سُنت کے مطابق تھوڑا سا عمل، خلاف سُنت (بطور

بدعت) بہت سے عمل سے (بدرجہا) بہتر ہے۔

تَرْزِیں خُذِ آیات:

تم پر تھوڑا کھانا اور تھوڑا سونا لازم ہے نیز یہ کہ

حیوانات کا کھانا اور حلال اور جائز نعمتوں کا استعمال

یا اکل ترک نہ کر دینا جس سے تم اس قدر کمزور ہو جاؤ

کہ عمل بھی نہ بجالا سکو کیونکہ بدن تمھاری سواری ہے

اور بہت سے اعمال و عبادات کیلئے تم اس کی تقویت

کے محتاج ہو۔ نیز کھانے پینے اور پہننے کی چیزوں میں

بلکہ ان تمام چیزوں میں جنھیں تم اپنے ذاتی مصارف یا

کسی نیکی کے کام میں صرف کرتے ہو یہ سعی و کوشش

لازم ہے کہ وہ حلال ہوں اور کچھ بات سے دور ہوں۔

اچھے ہم نشین کے اوصاف:

اسی طرح جتنا ہو سکے فاسقوں اور ظالموں کی

صحبت اور ہم نشینی کم کرو کیونکہ اس صحبت کو قساوت قلبی

اور خدا سے دوری میں بڑا دخل ہے۔ ہاں البتہ اگر

تمھاری غرض یہ ہے کہ ان کو نیکی کی ہدایت کرو یا کسی

مظلوم سے (ان کے) ظلم کو دور کرو یا (ان سے) ترک تعلق میں جان یا مال کا خوف ہو (تو ان صورتوں میں ان سے ظاہری میل جول رکھنا جائز ہے۔) نیز ضروری ہے کہ کچھ ایسے ہمیشہ اختیار کرو جن کی ہمیشہ تمہارے لیے آخرت سنا رہنے میں مددگار ہو۔ ہر شخص کی صحبت میں نہ بیٹھو کیونکہ اکثر اہل زمانہ وہ ہوتے ہیں جن کی صحبت دین و دنیا میں ضرر رساں ہوتی ہے۔ (وارد ہے کہ) حواریین نے جناب عیسیٰ کی خدمت میں عرض کیا: ”یا روح اللہ! ہم کس کی ہم نشینی اختیار کریں؟“ فرمایا: اس کے پاس بیٹھو جس کا دیکھنا تمہیں خدا یاد دلائے، جس کی گفتگو تمہارے علم کو بڑھائے اور جس کا عمل تمہیں آخرت میں رغبت دلائے۔ اور چاہئے کہ تم غیر ضروری باتوں میں دخل دینے کی بجائے خاموشی اختیار کرو۔

مداخلت فی الدین سے اجتناب کی تلقین:
 بغیر دینی علم کی بصیرت کے حلال و حرام کے احکام میں لب کشائی نہ کرو کیونکہ فتویٰ دینے والا شخص جہنم کے کنارے پر کھڑا ہوتا ہے (کہ ادھر تھوڑی سی لغزش ہوئی اور ادھر جہنم میں گرا۔) خدا فرماتا ہے جو لوگ خدا پر افترا پر دوازی کرتے ہیں وہ کبھی کامیاب نہیں ہوں گے۔ نیز فرماتا ہے کہ جو لوگ خدا پر جھوٹ

ان تجدد فی نفسک ان غرضک ہدایتہم او دفع ظلم عن مظلوم او کنت تنقی منہم و علیک ان تختار من تجالسہ و تصحبہ و یکون معیناً الی اخرتک ولا تصاحب کل من تراه فان صحبة اکثر اہل زمانک تضر بدینک و دنیاک قال الحواریون لعیسیٰ علیہ السلام یا روح اللہ من نجالس قال من یدکرکم اللہ رؤیتہ و یزیدکم فی العلم منطقہ و یرغبکم فی الاخرۃ عملہ

و ینبغی ان تسکت عمالا یعنیک ولا تتکلم فی الحلال و الحرام بغیر علم فان المفتی علی شغیر جہنم و قد قال اللہ تعالیٰ اِنَّ الَّذِیْنَ یَقْتَرُوْنَ عَلٰی اللّٰهِ الْکَذِبَ لَا یُفْلِحُوْنَ و ایضاً قال و یوم البقیمة تری الذین کذبوا علی اللہ

و جوههم مسودة

و ينبغي ان تغتنم صحبة العلماء
الربانيين و تاخذ عنهم معالم دينك
و تلاقى الزاهدين بل المتعبدين
كثيراً ليعظك اعمالهم و اقوالهم و
اطوارهم و اياك ان تظن
بالمؤمنين الاخيراً و عليك ان
تحمل كل ما ترى منهم على
المعامل الصحيحة الحسنة و
عليك بذكر الله عند البليات
والصبر عليها و عند النعم
فتشكر ربك فيها و عند
الطاعة فتعملها و عند المعصية
فتتركها مخافة الله عزوجل و
عليك بمطالعة الاخبار الواردة في
صفات المؤمنين و المتقين
خصوصاً خطبة امير المؤمنين التي
القاها على همام و قد كتب والدي
العلامة عليها شرحاً جامعاً فعليك

بولتے ہیں تم بروز قیامت دیکھو گے کہ ان کے
چہرے سیاہ ہونگے۔ (العیاذ باللہ)
صحبتِ علماء و زہاد کا بیان:
علماء ربانین کی صحبت کو غنیمت سمجھو اور ان سے
دینی معلومات حاصل کرو اور زاہدوں بلکہ عام
عبادت گزاروں سے (میل ملاقات رکھو) تاکہ ان
کے اعمال، اقوال اور اخلاق و اطوار سے پسند و نصیحت
حاصل کرو۔ خبردار! اہل ایمان کے متعلق کبھی بدگمانی
نہ کرو بلکہ ان سے حسن ظن رکھو اور ان کے ہر قول و
فعل کو اچھے محمل پر محمول کرو اور بلاء و مصیبت، نعمت و
راحت اور اطاعت و معصیت غرضیکہ ہر حال میں خدا
کو یاد کرو لہذا مصیبت پر صبر اور نعمت پر اس کا شکر کرو،
طاعت کے کام کو بجا لاؤ اور معصیت کو خوفِ خدا کی
وجہ سے ترک کرو، نیز مؤمنین و متقین کے اوصاف
میں جو اخبار وارد ہوئے ہیں ان کا ضرور مطالعہ کرو
بالخصوص جناب امیر المؤمنین کا (وہ بے مثال) خطبہ
جو انھوں نے جناب ہمام کی استدعا پر متقین کے
صفات کے بارے میں ارشاد فرمایا ہے جسکی بڑی
جامع شرح میرے والدِ علام (ملاً محمد تقی مجلسی) نے
تحریر فرمائی ہے اس کا مطالعہ ضرور کرو (جو بیچ البلاغہ
میں موجود ہے) ۱۔

۱۔ افسوس کہ وہ شرح تا حال زیور طباعت سے آراستہ نہیں ہوئی۔ (لعل اللہ یحدث بعد ذالک
امراً) (من غنی عنہ)

ثم اعلم يا اخي ان ما القيت اليك في هذه الرسالة اخذتها كلها من معادن النبوة و ما اقول من تلقاء نفسي و اياك ان تظن بالوالد العلامة نور الله ضريحه انه كان من الصوفية و يعتقد مسالكهم و مذاهبهم حاشاه عن ذالك و كيف يكون كذالك و هو كان انس اهل زمانه باخبار اهل البيت عليهم السلام و اعلمهم و اعملهم بها بل كان يسلك مسالك الزهد و الورع و كان في بدو امره يتسمى باسم التصوف ليرغب اليه هذه الطائفة و لا يتوحشوا منه فيرو عهم عن تلك الاقاويل الفاسدة و الاعمال المبتدعة و قد هدى كثيراً منهم الى الحق لهذه المجادلة الحسنة و لماراي في

برادران ایمانی کو معلوم ہونا چاہیے کہ میں نے جو کچھ (عقائد و حقائق) اس رسالہ میں بیان کیے ہیں وہ سب میں نے معدن نبوت یعنی خاندان رسالت سے حاصل کیے ہیں اپنی طرف سے کچھ بھی نہیں کہا۔ خیال رکھنا والد علامہ (خدا ان کی قبر کو متور فرمائے) کے متعلق ہرگز یہ گمان نہ کرنا کہ وہ صوفیوں میں سے تھے اور ان کے مسلک و مذہب پر اعتقاد رکھتے تھے، ہرگز ایسا نہیں بھلا ایسا کیونکر ہو سکتا ہے جب کہ وہ تمام ابناء زمان سے زیادہ اخبار اہل بیت کے ساتھ مانوس تھے، اور سب سے زیادہ عالم باعمل، بلکہ حقیقت یہ ہے کہ وہ زہد و ورع اور پرہیزگاری کے مسلک پر گامزن تھے ہاں البتہ ابتدا میں اپنے آپ کو صوفیت کے نام سے اس لیے موسوم کرتے تھے کہ یہ گروہ ان کی طرف راغب ہو اور ان سے وحشت نہ کرے تاکہ اس حیلے بہانے سے ان کو ان کی اقاویل فاسدہ اور اعمال خود ساختہ سے باز رکھ سکیں چنانچہ انھوں نے اس مجادلہ حسنہ سے بہت سے لوگوں کو حق و حقیقت کی طرف ہدایت کی لیکن جب آخر عمر میں انھوں نے دیکھا کہ یہ مصلحت ختم ہو گئی اور ضلالت و طغیان کے نشان بظاہر بلند ہو گئے ہیں اور گروہ شیطان غالب آ گیا ہے اور ان کو یقین ہو گیا کہ یہ لوگ کھلم کھلا دشمن ہیں تو انھوں نے ان

آخر عمره ان تلک المصلحة قد
ضاعت و رفعت اعلام الضلال
والطغیان و غلبت احزاب الشیطان
و علم انهم اعداء الله صریحاً تبرأ
منهم و کان یکفرهم فی عقاندهم
الباطلة و انا اعرف بطریقته و عندی
خطوطه فی ذالک و لیکن هذا
آخر ما اردنا ایراده فی هذه الرسالة
و ارجو من فضل الله تعالى ان
ینفعک بما القیت الیک و التمس
منک ان لا تنسانی فی مظان اجابة
الدعاء و فقنا الله و ایاک لما یحب
و یرضی و جعلنا و ایاک ممن
یدکر فتفعه الذکری و السلام علی
نبی الہدی و آلہ العظماء.

سے بیزاری اختیار فرمائی اور ان کے عقائد باطلہ کی
وجہ سے ان کی تکفیر بھی فرماتے تھے۔ میں سب لوگوں
سے زیادہ ان کے طریقہ سے واقف ہوں (لان
اہل البیت ادری بما فی البیت) اور اس
سلسلہ میں میرے پاس ان کے کئی مکتوبات بھی موجود
ہیں ہم اس رسالہ میں جو کچھ لکھنا چاہتے تھے اس تحریر
کو اس کا آخر ہونا چاہیے، مجھے خدا کے فضل و کرم سے
امید کامل ہے کہ میں نے جو کچھ یہاں پیش کیا ہے وہ
اس سے ضرور تمھیں فائدہ پہنچائے گا۔ تم سے التماس
ہے کہ اجابت دعا کے اوقات میں مجھے دعائے خیر
سے کبھی فراموش نہ کرنا (اور یہی اس احقر مترجم
و شارح کی قارئین کرام سے استدعا ہے۔)

خداوند عالم ہمیں اور تمھیں اپنی پسندیدہ باتوں
کے بحال لانے کی توفیق عطا فرمائے اور ہمیں اور تمھیں
ان لوگوں سے بنائے جو نصیحت حاصل کرتے ہیں
اور نصیحت ان کو فائدہ بھی پہنچاتی ہے۔ درود و سلام
ہو رشید و حدایت کے نبی اور ان کی عظیم الشان آل پر
و السلام علیکم و رحمة الله و برکاتہ و
آخر دعوانا ان الحمد لله رب العلمین۔



مترجم و محشی

حضرت آیت اللہ العالیہ شیخ محمد حسین نجفی

کے دیگر شاہکار آثار شامل ہیں اسلام کے ماحول میں انسانیت کے شائع شدہ کتب و رسائل میں سے ہیں
ان میں سے کچھ درج ذیل ہیں

☆ احسن التواضع فی شرح الفہام فی مسائل مالک بن انس

☆ اسرار الشریعہ فی مسائل الشیعہ - مجموعہ کتب میں شامل فقہی مسائل پر آنحضرت کی روشنی میں حروف آخر

☆ بیان القرآن فی تفسیر القرآن قرآن کریم کی اہم ترین تفسیر جس میں کتب و رسائل میں سے کچھ